مسلسل اشاعت کا بائیسواں سال
ماہنامہ
معارفِ رضا کراچی
ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل
اسلامی جمہوریہ پاکستان

مشمولات

ہدیہ فی شمارہ =/10 روپیہ سالانہ =/120 روپیہ

بیرونی ممالک =/10 ڈالر سالانہ۔ لائف ممبر شپ =/300 ڈالر

نوٹ: رقم دستی یا بذریعہ منی آرڈر / بینک ڈرافٹ بنام "ماہنامہ معارف رضا" ارسال کریں چیک قابل قبول نہیں

رابطہ:- ۲۵، جاپان مینشن، رضا چوک (ریگل) صدر، کراچی۔ 74400، پوسٹ بکس نمبر 489، پاکستان

فون:- 021-7725150، فیکس:- 7732369 (E.mail:marifraza@hotmail.Com)

(پبلشر مجید اللہ قادری نے باہتمام حریت پرنٹنگ پریس، آئی آئی. چندریگر روڈ کراچی سے چھپوا کر دفتر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کراچی سے شائع کیا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اپنی بات

سید وجاہت رسول قادری

قارئین ذی وقار! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عید سعید کی بہت بہت مبارکباد قبول فرمائیں

ماہِ شوال برکتوں اور خوشیوں کا مہینہ ہے۔ اسی بابرکت ماہ کی ۱۰ رتاریخ کو آج سے ۱۵۰ رسال قبل ۱۲۷۲ھ میں اللہ کے ایک مخلص بندے، عبقری عصر، امام المحدثین، شیخ الاسلام المسلمین، مولانا احمد رضا خاں قادری بریلی علیہ الرحمۃ والرضوان اس دنیائے آب وگل میں تشریف لائے۔ آج عالم اسلام میں آپ کا ۱۵۰ رواں جشن یوم ولادت منایا جارہا ہے۔

قرآن مجید فرقان حمید میں اللہ جل شانہ اپنے مخلص بندوں کا تعارف ان الفاظ میں کیا ہے:

اُولٰٓئِکَ کَتَبَ فِی قُلُوبِہِمُ الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَہُم بِرُوحٍ مِّنْہُ ط

(یہ ہیں وہ جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد فرمائی۔ (المجادلہ ۵۸:۲۲)

اس آیۂ کریمہ کے سیاق وسباق میں ایسے حضرات کی خصوصیات یہ بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول معظم ومحترم ﷺ کی رضا جوئی ان کا مقصد حیات ہوتی ہے یہ اللہ جل شانہٗ اور رسول اللہ ﷺ کے دشمنوں کو اپنا دشمن جانتے ہیں اور ان سے یکسر قطع تعلق کرلیتے ہیں اور ایسا کرتے وقت کسی رشتہ داری یا تعلق خاطر کی کوئی پرواہ نہیں کرتے۔ ان کے اس کردار اور جہاد اکبر کی بناء پر اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ کریم سے راضی ہیں۔ انہی حضرات کی جماعت حزب اللہ ہے، یہی لوگ کامیاب اور فلاح یافتہ ہیں۔ اس آیہ مبارکہ کی تائید سید عالم ﷺ کے ایک ارشاد مبارک سے بھی ہوتی ہے جو صحاح کی کتب میں موجود ہے۔ چنانچہ شاعر دربار رسالت حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق ہے کہ حضور ﷺ ان سے نعت شریف سننے کا خود اہتمام فرماتے تھے اور یہ حکم دے کر ان سے نعت سنانے کو کہتے کہ اے حسان تم میرے دشمنوں اور گستاخوں کے خلاف میرا دفاع کرو۔ جب حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نعت شریف پڑھنا شروع کرتے تو آپ ﷺ اشعار سن کر خوشی سے جھومتے تحسین فرماتے جاتے اور ان الفاظ میں ان کے لئے دعا فرماتے:

"اَللّٰھم اَیِّدہُ بِرُوحِ الْقُدس"

(اے اللہ عزوجل حسان رضی اللہ عنہ میرے بدگویوں اور دشمنوں کے خلاف میری مدد کررہے ہیں تو روح قدس سے ان کی مدد فرما)

یہ عجیب حسن اتفاق ہے کہ امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ کا سن ولادت (۱۲۷۲ھ) بھی اس آیۂ کریمہ "اولئک کتب فی قلوبھم الایمان و ایدھم بروح منه ط" سے نکلتا ہے۔ دیکھا جائے تو ان کی حیات مستعار کے شب وروز اسی آیۂ کریمہ کی تفسیر نظر آتے ہیں خود اپنے ایک شعر میں فخریہ فرماتے ہیں۔

انہیں مانا، انہیں جانا، نہ رکھا غیر سے کام ۔۔۔ للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

وہ مداح رسول ﷺ جس کے لئے رسول ﷺ خود منبر رکھوائیں، اس پر اپنی چادر مبارکہ بچھائیں، ان سے اپنی نعتیں سنیں اور فرط مسرت میں اپنی دعاؤں سے نوازیں اور "روح القدس" کی مدد ونصرت کا مژدہ سنائیں، انہی کا نقش قدم امام احمد رضا کے لئے چراغ راہ ہے۔

رہبر کی رہ نعت میں گر حاجت ہو ۔۔۔ نقش قدم حضرت حسان بس ہے

"پیروی حضرت حسان" کی برکات کے طفیل امام احمد رضا "حسان الھند" کے لقب سے نوازے گئے اس طرح یقیناً وہ بھی رحمت عالم ﷺ کی اس دعا کی برکتوں کے حصہ دار بن گئے جو آپ نے حضرت حسان رضی اللہ کے لئے کی تھی:

اَللّٰھم ایِّدہُ بِروحِ القُدُس

قارئین کرام!

امام احمد رضا کی نابغۂ روزگار شخصیت اب کسی تعارف کی محتاج نہیں رہی، بلکہ ان کی ذات کا عرفان اب علم وآگہی عدل وانصاف، حق و صداقت اور "کونوا مع الصادقین" سے محبت کی علامت بن گیا ہے۔ علم وحکمت اللہ تبارک وتعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک عظیم نعمت ہے اور اس کی عطا اللہ تبارک وتعالیٰ کا ایک بہت بڑا انعام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اس عظیم دولت سے نوازے گئے اور ان کے طفیل ان کی امت کے مخلصین کو بھی اس سے حصہ عطا کیا گیا۔ قرآن نے ایسے شخص کو "خیر کثیر" کا حامل قرار دیا ہے۔ سید عالم، عالم ما کان و ما یکون ﷺ کے ایک ارشاد مبارک کا مفہوم ہے کہ اللہ عزوجل جسے سراپا خیر بنانا چاہتا ہے تو اس کو "متفقہ فی الدین" (جو بزم علم وحکمت کا سب سے اعلیٰ منصب ہے) کی دولت سے مالا مال فرمدیتا ہے۔ گویا اس کا حصول محض بندے کی سعی وکاوش تک محدود نہیں رکھا گیا بلکہ یہ دولت گرانمایہ ارادۂ الٰہی اور مشیت باری کی توفیق وتفویض کا فیضان ہے۔

ایسا شخص نہ صرف خیر کثیر کا منبع بن جاتا ہے بلکہ خلق خدا اور معاشرے کے لئے مبدء فیض ہو جاتا ہے۔ وہ مخلوق خدا کا ایسا معین ومددگار ہوتا ہے کہ لوگ اپنی دینی اور دنیوی ضروریات وحاجات کے لئے اسی کی طرف رجوع لاتے ہیں، اس کا وجود اہل زمین کے لئے باران رحمت ہوتا ہے اور فرشتے آسمانوں میں اس کے لئے دعائے رحمت میں مشغول رہتے ہیں۔

جب ہم برصغیر پاک وہند کی تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو گذشتہ دو صدیوں میں فقیہ الاسلام امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ

والرضوان کی شخصیت ایسی چند شخصیات میں سے نظر آتی ہے جو ان تمام صفات کی جامع ہے یہی وجہ ہے کہ ان کے ہم عصر علماء عرب وعجم اور فقہائے حرمین شریفین نے ان کے علم وفضل اور علوم عقلیہ ونقلیہ میں ان کے کمال دسترس کی کھل کر داد دی ہے اور انہیں نابغۂ عصر، امام الوقت، فقیہہ یگانہ مجدد ملت جیسے اعلیٰ خطابات سے نوازا اور ان کی روش کو سید عالم ﷺ کی روش قرار دیا، آقائے کائنات ﷺ سے ان کی والہانہ محبت وشیفتگی اور ان کے جذبہ وشوق اتباع واطاعت کو ضرب المثل قرار دیا۔

بایں ہمہ علم وفضل ان کے لئے باعث افتخار یہ امر تھا کہ وہ آقائے مولیٰ سید عالم ﷺ کی بارگاہ عالی کے ایک ادنیٰ غلام ہیں۔ اس لئے زندگی بھر وہ خود کو "عبدالمصطفیٰ" لکھتے اور کہلواتے رہے، بلکہ ان کی "غیرت عشق"، "سگ درگاہ خدام معالی" کے قدم چومنے پر بھی فخر محسوس کرتی ہے۔

رضا کسی سگ طیبہ کے پاؤں بھی چومے
تم اور آہ کہ اتنا دماغ لے کے چلے

وہ اس "جذبۂ عشق صادق" کو سرمایہ حیات ہی نہیں بلکہ توشۂ آخرت بھی سمجھتے ہیں، چنانچہ خود فرماتے ہیں۔

لحد میں عشق رخ شہ کا داغ لے کے چلے
اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کے چلے

ان کی شخصیت کا صحیح تعارف رحمت جہاں، جانِ جاناں، سرور کائنات ﷺ کی ذات اقدس کے ساتھ کمال درجہ کا عشق ہے، یہی ان کی حیات مستعار کا ماحصل تھا، یہی ان کا مشن تھا، یہی ان کا پیغام تھا، ان کی ذات "الحب للہ والبغض للہ" کی زندہ تصویر تھی۔ ان کی تحریرات و ملفوظات کا خلاصہ درج ذیل امور ہیں:

۱---- کائنات کی ہر لائق محبت ومستحق تعظیم شے سے زیادہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ومعظم ﷺ کی محبت وتعظیم۔

۲---- اللہ عزوجل اور رسول اللہ ﷺ کی رضاجوئی کے لئے ان کے دوستوں سے محبت۔

۳---- اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور نبی خیر الوریٰ ﷺ ہی کی خوشنودی کی خاطر ان کے دشمنوں اور گستاخوں سے عداوت ونفرت۔

ان کی پوری زندگی تعلیم وتبلیغ میں گزری، وہ اپنی زندگی کے آخری لمحات تک انہیں تین امور کی تعلیم دیتے رہے اور یہ تنبیہ کرتے رہے کہ جس مسلمان کے دل میں ان تین باتوں میں سے ایک بھی انہیں تو اس کا ایمان کامل نہیں۔

"عشق صادق" کے اسی فیضان نے ان کو علم وحکمت کے وہ رموز گرانبہا عطا کئے اور اسرار باطنی کے وہ "کنز مخفی" ان پر عیاں کئے جو کسی استاذ سے حاصل نہیں کیئے جاسکتے۔ محبوب مکرم ﷺ کے فیض نظر نے انہیں شہریار علم وحکمت بنادیا، علم لدنّی کا وہ بیش قیمت خزینہ عطا فرمایا کہ آج دنیائے علم وتحقیق جنہیں دیکھ کر حیرت زدہ ہے۔ ان کی فکر ونظر کو وہ دانش نورانی و برھانی عطا فرمائی جو ماضی حال اور مستقبل پر یکساں نظر رکھتی تھی۔ ان کے استحضار علمی، وسعت مطالعہ، قوت تخیل وتخلیق، سرعت تحریر، فصاحت وبلاغت، سلاست وبراعت اور فکر ونظر کی گہرائی وگیرائی کا بہترین نمونہ ان کی ایک ہزار سے زیادہ تصانیف ہیں۔ رضا فاؤنڈیشن لاہور سے شائع شدہ ۲۰ جلدوں پر مشتمل ان کا شاہکار مجموعہ فتاویٰ، فتاویٰ رضویہ (جس کی مزید ۶/۷ جلدیں ابھی زیر طباعت ہیں) علوم اسلامی کا ایک دائرۃ المعارف (انسائیکلوپیڈیا) ہے۔ یہ جدید وقدیم علوم پر ان کی

کامل دسترس اور ان کی ہمہ داں شخصیت کا جیتا جاگتا نمونہ ہے جو تمام دنیا کے اہل علم اور محقق حضرات کے لئے تحقیق و تدقیق کا وسیع میدان مہیا کرتا ہے۔ ان کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ وہ ہر فیصلہ فراست ایمانی کی روشنی میں صادر فرماتے تھے حتیٰ کہ وہ سائنسی اور سیاسی اصولوں کو بھی قرآنی اصولوں پر پرکھتے تھے اور اس کے خلاف کو رد فرما دیتے تھے۔ وہ جامع العلوم تھے۔ وہ بیک وقت مفتی، مفسر، محدث، محقق، فلسفی، ریاضی داں، سائنسداں، طبیب، ہیئت داں، ماہر علوفلکیات وجفر، غرض وہ کیا نہیں تھے......؟

امام احمد رضا ایک ماہر تعلیم بھی تھے۔ انہوں نے قوم کے ہونہاروں کے لئے تعلیم و تعلم کے رہنما اصول دیئے ہیں۔ انہوں نے حصول علم پر زور دیا ہے اور علم کو نور سے تعبیر کیا ہے، وہ علم جو ایمان کو جلا بخشے اور انسانیت کے لئے نفع بخش اور فلاح و نجات کا ضامن ہو۔ وہ علوم قرآن کو آفاقی علم تسلیم کرتے ہیں۔ ان کی تعلیم یہ تھی کہ قوم کے نوجوان اور بچے محض اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کی رضائی جوئی کی نیت سے وہ تمام جدید و قدیم علوم حاصل کریں جس سے اسلام اور عالم انسانیت کا فائدہ ہو ان کے نزدیک ان مقاصد کے علاوہ کسی اور مقصد یا مصلحت کے لئے علم کا حصول وقت کا ضیاع ہے۔ آج ان کے وصال کے ۸۲ رسال بعد بھی ان کی تحریرات و تحقیقات کے استدلال میں وہی قوت اور ان کی تعلیمات میں وہی صداقت، اطلاقیت اور موزونیت ہے جو ان کے زمانے میں تھی۔

امام احمد رضا ایک مدبر بھی تھے۔ وہ پرکھنے والی آنکھیں اور دل دردمند رکھتے تھے۔ انہوں نے ہر نازک مرحلے پر مسلمانوں کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیا اور اعلاء کلمۃ الحق میں امیر و غریب، حاکم و محکوم اور اپنے و بیگانے کسی کی اور عایت نہیں رکھی اور نہ مالی منفعت کا لالچ اور دنیاوی سود و زیاں کا خوف کبھی ان کے پائے استقامت کو متزلزل کر سکا۔

امام احمد رضا کی شخصیت ہمہ جہت ہے، ان کی حیات کا ہر گوشہ ایک جہان دیگر ہے جس کی خوبیوں کو اجاگر کرنے کے لئے ایک محقق کے قلم کی ضرورت ہے وہ ایک عظیم مفکر اور محقق کے ساتھ ساتھ قوم مسلم کے ایک عظیم محسن بھی ہیں۔ اس لئے کہ ان کی بروقت رہنمائی نے مسلمانان برصغیر کو نہ صرف تباہی و بربادی سے بچایا بلکہ ایک مملکت خداداد کے حصول کے لئے رہنما اصول بھی بتائے جس کی بناء پر قیام پاکستان کی منزل آسان سے آسان تر ہوئی۔ ان کا علمی و فکری سرمایہ ایک گرانبہا خزانہ اور ہماری آئندہ نسلوں کی امانت ہے، اکیسوی صدی عیسوی کی تیزی سے بدلتے ہوئے حالات، ذرائع ابلاغ کی نت نئی ایجادات (مثلاً ٹی وی، کمپیوٹر، انٹرنیٹ وغیرہ)، عالمی طاقتوں کی جانب سے گلوبلائیزیشن کی تحریک اور "بنیاد پرستی" کے خلاف مہم کے بہانے اسلام اور مسلمانوں کی تہذیب و ثقافت پر حملے، ان سب حالات میں ہمیں اپنی بقاء و سلامتی کی خاطر امام احمد رضا کے افکار و نظریات سے استفادہ کرنا ناگزیر ہو گیا ہے۔ انہوں نے مسلمانوں کی فلاح و اصلاح کیلئے ۳ رباتوں پر زور دیا ہے:

۱--- عشق رسول کے چراغ سے اپنے قلوب کو ہمہ وقت منور رکھو،

۲--- ذکر رسول ﷺ اور اتباع سنت کے نور سے اپنی فکر و عمل کو جلا دیتے رہو۔

۳--- علم حقیقی کے ہتھیار سے خود کو ہمیشہ مسلح رکھو۔

ان پر عمل کرنے سے مسلمانوں میں خود اعتمادی پیدا ہوگی اور وہ قوی سے قوی تر ہوں گے۔ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ:

(۱) اس عبقری مشرق اور محسن قوم کی فکر، تعلیم اور نگارشات کے ابلاغ کے لئے ہم تمام جدید وسائل ابلاغ کو بروئے کار لائیں،

(۲) تمام اشاعتی، تحقیقاتی اور تعلیمی ادارے جو امام احمد رضا کے مسلک اور افکار و تعلیم کے حوالے سے کام کر رہے ہیں، انٹرنیٹ اور ویب

سائٹ کی سہولیات استعمال کرتے ہوئے ایک دوسرے سے رابطہ کریں اور اطلاعات کا باہم تبادلہ کرتے رہیں،

(۳) امام احمد رضا کی تمام غیر مطبوعہ اور نایاب تصانیف کی بازیافت کے لئے بھرپور کوشش کی جائے اور ان کی اشاعت کا انتظام مل جل کر تمام ادارے کریں، اگر یہ ممکن نہ ہوسکے تو کم از کم انٹرنیٹ پر ایسے مسودوں کو ان محققین اور ماہرین رضویات شخصیات یا اداروں تک پہنچایا جائے جو اس کی اشاعت کو آگے بڑھا سکتے ہیں،

(۴) امام احمد رضا کی دستیاب کتب کو انگریزی، عربی اور فارسی میں ترجمہ کروانے کیلئے مقامی صوبائی یا ملکی سطح پر ماہرین علماء، محققین اور مترجمین کا ایک پینل بنایا جائے اور اس پینل کی فہرست کا تبادلہ انٹرنیٹ سے منسلک تمام تحقیقی اور اشاعتی اداروں سے کیا جائے تا کہ ہر ادارہ وقت ضرورت ان ماہرین سے استفادہ کر سکے۔

(۵) کام کرنے کا انداز خالصتاً علمی اور تحقیقی ہو، سیاسی اور گروہی چپقلش سے قطعی اجتناب برتا جائے اپنے ملک کے مروجہ قانون کے دائرۂ کار میں رہتے ہوئے کام کیا جائے۔

(۶) اسکول، کالج اور یونیورسٹی کی سطح پر امام احمد رضا کی حیات، کارناموں اور موضوعات کے اعتبار سے ان کی تصانیف کو نصاب میں شامل کرایا جائے۔

رضا اکیڈیمی ممبئی اور اس کے جنرل سکریٹری جناب سعید نوری زید مجدہٗ کی مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے ۱۰ر شوال المکرم ۱۴۲۲ھ/۲۶ر دسمبر ۲۰۰۱ء کو امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کی ولادت کی ۱۵۰ ویں سالگرہ شایان شان طریقے پر منانے کا اعلان کر کے ہم سب کو دعوت عمل دی ہے۔ رضا اکیڈیمی نے امام احمد رضا کی شخصیت کے حوالے سے گذشتہ ۱۵ر برسوں میں قابل قدر اشاعتی و تصنیفاتی کام کئے ہیں۔ اس سے قبل انہوں نے ۱۹۹۹ء کے سال کو "اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بیسویں صدی کی سب سے عظیم شخصیت" کے طور منایا تھا اور اس سلسلے میں سیمینار اور مذاکرے منعقد کئے اور اخبارات و رسائل میں علماء و دانشوروں کے مقالات و تاثرات شائع کروائے۔ رضا اکیڈیمی اب تک امام احمد رضا کی ۲۹۱ر کتب شائع کر چکی ہے جن میں زیادہ تر اردو اور کچھ عربی میں ہیں اور چند ایک ہندی، گجراتی اور انگریزی ترجمہ کے ساتھ بھی شائع ہوئی ہیں۔

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل، پاکستان (کراچی/اسلام آباد) ۲۰۰۲ء کو سال امام احمد رضا کے طور پر منا رہا ہے اور ۱۵۰ ویں سالگرہ کی تقریب میں کراچی اور اسلام آباد میں ایک شاندار کانفرنس کا اہتمام کر رہا ہے۔ الحمدللہ یہ ادارہ گذشتہ ۲۲ر سال سے مسعود ملت، ماہر رضویات حضرت علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد حفظہ اللہ تعالیٰ کی زیر سرپرستی ملکی اور عالمی سطح پر اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کے افکار و نظریات اور ان کی نگارشات کے ابلاغ کی خدمات انجام دے رہا ہے۔ جس کے اب مثبت نتائج سامنے آ رہے ہیں۔ اس سلسلے میں رضا اکیڈیمی ممبئی اور برصغیر پاک و ہند، افریقہ، انگلستان، ماریشس وغیرہ میں دیگر اشاعتی اور تحقیقاتی ادارے بھی ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کے خطوط پر کام کرتے ہوئے اس کے مقاصد کے ابلاغ میں بھرپور تعاون کر رہے ہیں۔ جس کے لئے ہم ان سب کے شکر گزار ہیں۔

اس وقت اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ ایسے تمام ادارے ایک مربوط انداز میں کام کریں اور آپس میں اطلاعات کو وقتاً فوقتاً تبادلہ کرتے رہیں تا کہ ٹھوس تحقیقی اور تصنیفی کام آگے بڑھے اور چربہ سازی یا تکرار عمل سے وقت اور وسائل کا ضیاع روکا جاسکے۔ نیز امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کے علاوہ اہل سنت کی دیگر نامور شخصیات کے علمی کارناموں سے بھی عالم اسلام کو روشناس کرانے کیلئے اسی طرح کی کوشش کرنی چاہیے۔ خاص طور پر مختلف مسائل پر انگریزی اور عربی زبان میں لٹریچر کی فراہمی وقت کی اہم ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری راہنمائی فرمائے اور ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

گویند کہ ذکر خیرش در خیل عشق بازاں ہر جا کہ نام حافظ در انجمن برآید

مولانا نقی علی خاں کی تصنیف

"ہدایۃ البریہ الی الشریعۃ الاحمدیہ"

کا ایک تعارفی جائزہ

از: مولانا عبد السلام *

قسط: 2

سرکار اعلیٰ حضرت نے ایک مقام پر ایک صاحب کو دیکھا کہ رکوع میں چہرا اوپر کو اٹھائے ہوئے ہیں۔ آپ نے ان کو ٹوکا اور رکوع کا درست طریقہ ارشاد فرمایا۔ انہوں نے کہا میں نے یہ طریقہ اس لئے اختیار کیا تھا تاکہ چہرا قبلہ سے نہ پھرے۔ سرکار اعلیٰ حضرت نے اس کے جواب میں صرف ایک مختصر جملہ ارشاد فرمایا، آپ نے فرمایا:

"پھر تو آپ سجدہ بھی ٹھوڑی ہی پر کرتے ہوں گے"

مطلب یہ تھا کہ جب آپ کا مقصود یہ ہے کہ قیام وقعود کے علاوہ بھی چہرا قبلہ ہی کی طرف رہے تو سجدہ میں اس کی ضرورت یہی ہوگی کہ پیشانی کے بجائے ٹھوری پر سجدہ کیا جائے۔ اس مختصر سے حکیمات جملہ سے غلطی کا ازالہ ہوگیا اور ان کی اصلاح ہوگئی۔

یہ خوبی حضرت امام المتکلمین کے کلام میں بھی بدرجۂ اتم واکمل جلوہ گر نظر آتی ہے۔ آپ ایسے حکیمانہ ومدبرانہ انداز میں کلام فرماتے ہیں کہ اوہام کا غبار چھٹ جاتا ہے اور ایمان وعمل کا چہرا کھل اٹھتا ہے۔ بشرطیکہ مہر خداوندی کی وجہ سے قبول حق کی صلاحیت سلب نہ ہوچکی ہو۔

اب ہدایۃ البریہ سے دس فرقوں کا ذکر کرتا ہوں۔ فرقۂ اولیٰ کے کے رد واصلاح کے بارے میں حضرت مصنف کے جو ارشادات ہیں ان کی تلخیص وتسہیل بھی پیش کرونگا۔ باقی فرقوں کا تعارف اور مختصراً دوسرے امور مذکور ہوں گے۔ اس کے بعد متفرق اقتباسات ذکر کرنے کی سعادت حاصل کروں گا حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

فرقۂ اولیٰ:

یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی عقل ناقص کی پیروی کرتے ہیں۔ انہوں نے اس کو اپنا امام بنایا ہوا ہے۔ مسائل جبر وقدر، صحابہ کے باہمی اختلافات وتنازعات اور اس جیسے دوسرے مسائل میں دخل بیجا کرتے ہیں۔ نیز ان امور میں بھی فکر کرتے ہیں جن کا سمجھنا ہر کس وناکس کا کام نہیں ہے۔ مثلاً آیات تشابہات، وہ دینی احکام جن کی حکمتوں تک عقل کی رسائی نہیں ہوسکتی اور اسرار الٰہی۔ پھر ظلم یہ ہے کہ جو بات ان کی ناقص عقل میں نہیں آتی اس سے منکر ہوجاتے ہیں۔

اس تعارف کے بعد حضرت مصنف فہمائش فرماتے ہیں: "انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عقلیں عوام یعنی غیر انبیاء کی عقلوں سے بالبداہت ازید واکمل ہیں اور حضور سید عالم ﷺ کی عقل مقدس تمام مخلوقات سے کامل ہے۔ صوفیۂ کرام فرماتے ہیں کہ ارشاد مبارک "اول ما خلق اللہ العقل" میں عقل اول

سے مراد حقیقت محمدی اور آپ کی روح مبارک ہے کہ (آپ ﷺ) عالم قدس میں مربی ارواح تھے اور جوھر بدن سے متعلق ہو کر اس عالم کی ہدایت وارشاد میں مشغول ہوئے۔ عقول انسانیہ اس عالم اور اس عالم میں اسی سے فیض حاصل کرتی ہیں جیسے ذرے آفتاب سے کہ جب وہ نکلتا ہے یہ چمکتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ عکس اصل سے مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اسی لئے ہزاروں عُقلا نور نبوت کے معارضہ سے عاجز آئے۔ وھب ابن منبہ کہتے ہیں: میں نے اکثر کتابوں میں لکھا دیکھا کہ سارے جہان کی عقل، عقل محمدی سے وہ نسبت رکھتی ہے جو ریت کے ایک ذرے کو ریگستانِ دنیا ہے اور یہ عام طریقہ ہے کہ جو شخص عقل کے اعتبار سے افضل ہو اور اسے علم اور تجربہ بھی حاصل ہو تو دوسرے لوگ اس شخص کی بات واجب التسلیم اور اس کے کام میں دخل دینا فضول سمجھتے ہیں۔ طبیب جب دوا دیتا ہے تو لوگ اس کو بے تامل استعمال کرتے ہیں۔ نہ دوا کی خاصیت و مزاج معلوم کرتے ہیں اور نہ انہیں مرض کی تشخیص ہوتی ہے۔ اسی طرح لوگوں پر لازم ہے کہ نور نبوت کے حضور سر جھکائیں۔ جو ارشاد ہو بے چون وچرا بجالائیں۔ اپنی عقل کو دخل نہ دیں اور جو نہ بتایا اس کی فکر میں نہ پڑیں کہ نہ بتانا بھی حکمت ہے اگرچہ ہماری سمجھ نہ آئے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ حکیم مطلق ہے۔ اس کا کوئی حکم اور فعل حکمت سے خالی نہیں ہو سکتا۔ کس صراحت کے ساتھ فرمایا جارہا ہے "وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ" کہ ہم جانتے ہیں تم نہیں جانتے اور ارشاد ہوتا ہے: "وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا. وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ" یہ آیت صاف اور صریح طور پر خبر دیتی ہے دانشمند ایسی باتوں میں غور وخوض نہیں کرتے جو شرع نے نہ بتائیں۔ انہیں اس حیثیت سے مانتے ہیں کہ ہمارے مولیٰ کی باتیں ہیں۔ اگرچہ عقل ان کی حقیقت نہ دریافت کرے۔ شیطان نے حکم الٰہی میں دخل دیا کہ آدم (علیہ السلام) خاک سے اور میں آگ سے پیدا ہوا۔ مجھے اس کے سامنے جھکنا زیب نہیں دیتا۔ طوق لعنت گردن میں ڈال دیا گیا۔ علماء کا ارشاد ہے کہ وہ احکام خداوندی جن کی حکمتیں سمجھ میں نہیں آتیں ان میں یہی حکمت کافی ہے کہ کون بندہ اللہ کا حکم صرف اس نظر سے مانتا ہے کہ وہ اللہ کا حکم ہے اور کون شیطان کی طرح چون وچرا کرتا ہے۔ جس نے عقل کو مدار شرع ٹھہرایا کہ جس بات کو عقل اس کی نہ پہنچے شک اور تردد کو جگہ دے وہ بندۂ عقل اور شیطان کا ساتھی ہے"۔

حضرت مصنف ایک ایسا نسخہ بیان فرماتے ہیں جس پر عمل پیرا ہونے کے بعد اس قسم کے تمام مفاسد کا جڑ سے قلع قمع ہو جائے۔

"آدمی کو چاہیے کہ توحید ورسالت کے دلائل دیکھے اور خدا اور رسول پر یقین کامل حاصل کرے۔ اس وقت کوئی شک اور تردد نہ رہے گا اور جو کچھ پیغمبر ﷺ نے مالک حقیقی کی طرف سے پہنچایا بے تردد قبول کرے گا۔ بات یہ ہے کہ جس عامی کا ایمان ناقص اور خدا اور رسول پر یقین کامل نہیں شیطان اسے سادہ لوح اور احمق پا کر احکام غیر معقول المعنیٰ اور اسرار کے غور وخوض میں مبتلا کر دیتا ہے۔ جیسے جبر وقدر، آیات متشابہات، حقیقت روح، مشاجرات صحابہ، اور مسح سر اور رمی جمار کے اسرار۔ تاکہ اسے الحاد وزندقہ، جبر وقدر، خروج ورفض، تشبیہ وتعطیل کی گھاٹیوں میں ہلاک کرے۔ وہ نادان اس کے فریب میں آجاتا ہے اور ان امور میں فکر بے ہودہ کرتا ہے"۔

حضرت مصنف ایک مشاہدہ بیان فرماتے ہیں جس کا تعلق ان بندگان عقل سے بھی ہے اور ان کی حالت پر افسوس کا

علما فرماتے ہیں:

"قہر تو یہ ہے کہ جب کوئی صنعت انسانی سمجھ میں نہیں آتی تو کہتے ہیں۔ صانع کے کمال میں شک نہیں۔ اگر چہ ہم جب تک اس صانع کی شاگردی نہ کریں اور شروع سے باقاعدہ اس صنعت کو نہ سیکھیں اس کی حقیقت کما ینبغی دریافت نہیں کر سکتے۔ لیکن اسرار شرعیہ کی نسبت اتنا اس قدر اعتقاد بھی گوارا نہیں اور جو اسرار شریعت و حقائق طریقت علما و مشائخ نے ہزار ریاضت و تخلیہ کے بعد حاصل کئے یہ عقل کے غلام اپنی ناقص عقل و دانش سے محنت و مشقت کے بغیر انہیں سمجھنا چاہتے ہیں اور ان کے ساتھ ایسے امور میں بھی دست درازی کرتے ہیں جن میں اولیائے امت و مجتہدین ملت کو بھی دم مارنے کی گنجائش نہیں۔

اگر شوق ادراک ہے تو علوم دین کی تحصیل میں کوشش اور ریاضت و مجاہدہ میں سعی کریں۔ اس کی برکت سے بھید منکشف ہو جائیں گے اور جو قابل انکشاف نہیں ان کی نسبت یہ اعتقاد جم جائے گا کہ یہ اسرار ہماری سمجھ سے ماورا ہیں۔ یہ کیا ضروری ہے کہ خدا کے سب بھید اور اس کے سب احکام کے اسرار مجھے معلوم ہو جائیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر افعال خضر اور چرواہے کے اقوال کی حقیقت کو نہ پہنچے۔ تو ہر کس و ناکس خدائے تعالیٰ کے سب افعال و احکام کے بھید کس طرح سمجھ سکتا ہے۔ جو سر حضرت ابو البشر علیہ السلام پر ظاہر ہوا۔ ملائکۂ کرام تجرد تام کے باوجود اس سے آگاہ نہ ہوئے اور اپنے قصور فہم کا اعتراف کیا:

"سُبْحَانَکَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا
اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ"

پاکی ہے تجھے ہمیں کچھ علم نہیں مگر جو تو نے ہمیں سکھایا، بے شک تو ہے دانا حکمت والا۔"

حضرت مصنف قدس سرہ مثال کے طور پر چند ایسی اشیاء کا ذکر فرماتے ہیں جن کا عام طور پر آدمی مشاہدہ کرتا ہے اور انہیں دیکھ کر اس کی عقل و فہم حیران رہ جاتی ہے:

اے عزیز! اس کی ادنیٰ مخلوق میں اس قدر عجائب و غرائب اور حکمتیں اور اسرار پوشیدہ ہیں کہ نفوس قدسیہ اور عقول کاملہ کو ظلمات مادّیہ اور کدورات جسمانیہ سے منزہ ہیں، ان کے ادراک سے قاصر ہیں اور دانایان عالم اور عقلائے جہان ان کے دریافت میں عاجز۔

چیونٹی جسے تو اضعف مخلوقات اور احقر موجودات جانتا ہے بزبان حال کہتی ہے:

اے غافل! نقاش ازل کی حکمت و صنعت مجھ میں دیکھ کہ مجھ سی ناچیز کو جسم کے چھوٹا ہونے کے باوجود ہاتھ پاؤں عطا کئے۔ اس چھوٹے سے سر میں بہت غرفے بنائے۔ کسی میں قوت ذائقہ اور کسی میں قوت باصرہ رکھی اور جو چیزیں تحصیل غذا اور اکل و ہضم کیلئے درکار ہیں سب مجھے عنایت فرمائیں وہ ناک مجھے دی کہ دور سے ہر چیز کی بو سونگھتی ہوں اور وہ قدرت مجھے بخشی کہ جس جگہ تو کھانا رکھتا ہے پہنچ کر بفراغ خاطر نوش کرتی ہوں۔

ایک ہری لکڑی سے آگ نکلتی ہے اور باوجود طبعی حرارت و یبوست کے اسے خشک نہیں کر سکتی اور باہر نکلنے کے بعد جلا دیتی ہے مقناطیس یعنی چمک میں جو جذب و کشش ہے اس کے سبب کے بارے میں عقلا حیران ہیں۔ شمع و پروانہ، گل و بلبل کے معاملہ میں ایک عالم متحیر ہے۔ عقل کیا چیز ہے جو حکیم مطلق کی سب

حکمتیں اور اس کے سب احکام کے اسرار کما ینبغی دریافت کر سکے۔

جس عقل پر اس قسم کے لوگ اعتماد کرتے ہیں اس عقل کے ذریعہ خود اس کی حقیقت بتائیں جب یہ اپنی حقیقت نہیں جانتی تو خدا کی باریک حکمتیں کیسے جانے گی۔

خواجہ ابوالقاسم فرماتے ہیں:

"جو اپنی عقل پر اعتماد کرتا ہے جہل مرکب میں مبتلا ہے۔ کہ کچھ نہیں جانتا اور آپ کو دانا سمجھتا ہے۔ خصوصاً امر دین میں اسے حاکم ٹھہرنا اور جس امر شرعی کو اپنی عقل نہ سمجھے اسے نہ ماننا یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص حکم شاہی کو بادشاہ کے کسی ادنیٰ نوکر کے کہنے پر رد کرے۔"

حضرت مصنف عقل کے بارے میں ہدایت فرماتے ہیں اور ایک دلچسپ اور مزے دار مثال بھی تحریر فرماتے ہیں:

"عقل کا کام یہ ہے کہ کان لگا کر سنے کہ کیا حکم آتا ہے اور اس کی تعمیل کا کیا طریقہ ہے نہ یہ کہ کیوں حکم دیا اور اس میں کیا فائدہ؟ جو شخص خوانِ نعمت پائے اور اس فکر میں پڑے کہ یہ کھانا کس طرح اور کس جگہ اور کس برتن میں پکا یہاں تک کہ لوگ کھا جائیں اور وہ منھ دیکھتا رہ جائے اس سے زیادہ کون احمق ہے۔"

فرقۂ اولیٰ کا بیان حضرت مصنف قدس سرہ کے ان نصیحت آمیز کلمات ختم پر ہوتا ہے:

"بالجملہ جن امور میں غور وخوض ممنوع ومضر ہے، یا ان کی حقیقت کا ادراک محال یا عوام کے منصب ومقام سے برتر ہیں ان میں صرف قرآن وحدیث کی طرف رجوع کریں اور انہیں اپنا مرشد وامام سمجھیں۔ جو حکم دیں بجالائیں اور جس قدر بتائیں اس پر قناعت کریں۔ واللہ ولی التوفیق

"یَھْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ اِلٰی سَوَاءِ الطَّرِیْقِ"

فرقۂ اولیٰ کا بیان چھ صفحات پر مشتمل ہے۔

فرقۂ ثانیہ:

یہ وہ لوگ ہیں جو قرآن وحدیث سے احکام دین کے استخراج کو آسان سمجھ کر اپنی عقل ناقص کو دخل دیتے ہیں۔ اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ قرآن وحدیث ایک دریائے بے ساحل ہے کہ شریعت وطریقت اس کی نہریں ہیں اور حقیقت ومعرفت اس بحر ذخار کی لہریں لیکن ہماری عقل کما حقہ اسکو نہیں سمجھ سکتی۔

وَکُلُّ الْعِلْمِ فِی الْقُرْآنِ لٰکِنْ
تَقَاصَرَ عَنْہُ اَفْھَامُ الرِّجَالِ

یعنی قرآن حکیم جمیع علوم کا خزانہ ہے لیکن لوگوں کی عقلیں اس سے قاصر ہیں۔

قرآن وحدیث کے نکات اور باریکیاں سمجھنا علمائے دین کا منصب ہے، اور ان سے احکام دین کا استنباط ائمہ مجتہدین کے ساتھ خاص ہے، اور عوام کا کام صرف یہ ہے کہ ان کی تقلید و پیروی کریں۔ دین کی دو چار کتابیں پڑھ کر اجتہاد کا دعویٰ کرنا ایسا ہی ہے جیسے ہلدی کی ایک گرہ پر پنساری بننا۔

اس فرقہ کا ذکر ڈھائی صفحات میں ہے۔

فرقۂ ثالثہ:

یہ وہ لوگ ہیں جو حنفی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور جب کسی آیت یا حدیث کا ترجمہ اپنے زعم فاسد میں مسئلہ امام کے خلاف پاتے ہیں تو اس مسئلہ سے منکر ہو جاتے ہیں۔ یہ سادہ لوح اس قدر بھی نہیں سمجھتے کہ مجتہدین کے لئے کوئی دلیل ضرور ہوتی ہے۔ اگرچہ عوام اس تک نہ پہنچ سکیں۔ اس لئے کہ وہ احکام کو بیان کرنے والا ہے شارع یعنی احکام مقرر کرنے والا نہیں ہے۔

پھر اگر مجتہدین
علوم ہو اور کوئی شخص ان تم
لازم وضروری ہیں اپنے ز
ضعیف سمجھ لے تو اس سمجھ کا
اس کے سامنے جو دلیل
پاس اس کی دلیل کے مقابلہ
میں قول امام کو ضعیف قرار د

فرقۂ رابعہ:

یہ وہ لوگ ہیں
ناقص کو پسند آتی ہے مانتے
ایک دھوکہ ہے کہ اس حیلہ
حاصل کرتا ہے۔ ان دونوا

فرقۂ خامسہ:

یہ وہ لوگ ہیں ج
منحصر کہتے ہیں۔ دو چار کتاب
دست اندازی کرتے ہیں۔ ا
حدیث ومسئلہ فقہ بتانے میں
تفسیر بالرائے میں کیا وعید وا
شریعت بغیر سمجھے پڑھانا کسد
ان لوگوں کے ز
ہیں۔ یہ درست ہے کہ منطق
اور فنون فلسفہ کا جاننا فلاسف
ہے۔ لیکن یہ دعویٰ حماقت پر
خوض دل کو تاریک اور ایمان
ارتکاب منہیات میں بے باک
نہیں رکھتے۔ اور علوم شریعت

سَواءِ الطَّرِيق"
ہے۔
وحدیث سے احکام دین کے
ں کو دخل دیتے ہیں۔ اس میں
ایک دریائے بے ساحل ہے
ہیں اور حقیقت و معرفت اس
قہ اسکو نہیں سمجھ سکتی
الْقُرآنِ لَا کِنْ
ھَامِ الرِّجَالِ
م کا خزانہ ہے لیکن لوگوں کی
ت اور باریکیاں سمجھنا علمائے
م دین کا استنباط ائمۂ مجتہدین
صرف یہ ہے کہ ان کی تقلید و
پڑھ کر اجتہاد کا دعویٰ کرنا ایسا
ی بننا۔
نے کا دعویٰ کرتے ہیں اور جب
زعم فاسد میں مسئلہ امام کے
ہو جاتے ہیں۔ یہ سادہ لوح
ے لئے کوئی دلیل ضرور ہوتی
اس لئے کہ وہ احکام کو بیان
رکرنے والا نہیں ہے۔

پھر اگر مجتہدین کا قول ظاہر نظر میں کسی دلیل کے خلاف معلوم ہو اور کوئی شخص ان تمام امور کو حاصل کئے بغیر جو اجتہاد کیلئے لازم وضروری ہیں اپنے زعم فاسد میں امام کی دلیل کو مرجوح و ضعیف سمجھ لے تو اس سمجھ کا کیا اعتبار ہے؟ اس کو یہ کیسے معلوم کہ اس کے سامنے جو دلیل ہے اس کا کوئی ناسخ نہیں ہے یا مجتہد کے پاس اس کی دلیل کے مقابلہ میں راجح دلیل نہیں ہے۔ ایسی صورت میں قول امام کو ضعیف قرار دینا سراسر خبط و نادانی ہے۔

فرقۂ رابعہ:

یہ وہ لوگ ہیں کہ جس مذہب کی جو بات ان کی عقل ناقص کو پسند آتی ہے مانتے ہیں۔ یہ بھی نفس کے دھوکہ میں سے ایک دھوکہ ہے کہ اس حیلہ سے کسی قدر خودسری اور بے تقیدی حاصل کرتا ہے۔ ان دونوں فرقوں کا تذکرہ مختصر ہے۔

فرقۂ خامسہ:

یہ وہ لوگ ہیں جو علم کو منطق، طبیعی، الٰہی اور ریاضی میں منحصر کہتے ہیں۔ دو چار کتابیں ان فنون کی پڑھ کر علوم شریعت میں دست اندازی کرتے ہیں۔ اور کتب دینیہ پڑھانے اور تفسیر آیت و حدیث و مسئلہ فقہ بتانے میں بیباکی کرتے ہیں۔ کچھ پرواہ نہیں کہ تفسیر بالرائے میں کیا وعید وارد اور مسئلہ اپنی رائے سے بتانا اور علوم شریعت بغیر سمجھے پڑھانا کس درجہ برا ہے۔

ان لوگوں کے نزدیک فلسفہ سے سب علوم آجاتے ہیں۔ یہ درست ہے کہ منطق علوم دین کے سمجھنے میں مدد کرتی ہے اور فنون فلسفہ کا جاننا فلاسفہ کے عقائد باطلہ کے رد میں کام آتا ہے۔ لیکن یہ دعویٰ حماقت پر مبنی ہے بلکہ ان فنون میں حد سے زیادہ خوض دل کو تاریک اور ایمان کو ضعیف کرتا ہے۔ اسی وجہ سے یہ لوگ ارتکاب منہیات میں بے باک ہوتے ہیں اور اوامر شرعیہ سے کام نہیں رکھتے۔ اور علوم شریعت وطریقت سے قلب کو روشنی اور ظلمات جسمانیہ اور کدورات نفسانیہ سے صفائی حاصل ہوتی ہے۔ کہ علمائے دین فلسفہ کو بھی ادنیٰ توجہ والتفات سے سمجھ لیتے ہیں۔ کس فلسفی نے بقوت فلسفہ علم دین میں کمال پیدا کیا اور کس عالم دین نے ادنیٰ توجہ سے فلسفہ کو حاصل نہ کرلیا؟ شیخ رئیس نے بآں فلسفیت امام محمد کی چند کتب دیکھ کر انصاف کیا "اگر عمر نوح مجھے عطا ہو اس فاضل اجل کے مرتبہ کو نہ پہنچوں"

بالجملہ ان علوم میں حاجت سے زیادہ توغل بیکار ہے جو انہیں مقصود بالذات سمجھ کر پڑھتا پڑھاتا ہے نہ اسے کچھ فائدہ معتد بہ دنیا کا حاصل نہ اس کے تعلیم وتعلم پر ثواب آخرت مرتب۔

درس گر قربت نہ باشد زوغرض
لیس درساً لنہ بئس المرض

جس علم سے قربت خداوندی مقصود نہ ہو۔ وہ علم نہیں بلکہ ایک بڑی بیماری ہے۔ نہ ایسے شخص کو مولوی کہنا لائق نہ وہ تعظیم علم کا مستحق۔

حضرت مصنف ان لوگوں سے متعلق ایک لطیفہ بیان فرمانے کے بعد بڑے خوبصورت انداز میں تنبیہ فرماتے ہیں۔ یہاں روئے عبارت پر محسنات کلام کا غازہ بھی نظر آتا ہے۔ کئی الفاظ ایہام وتوریہ کے طور پر استعمال کئے گئے ہیں۔

"ایک ظریف نے حکایت کی کہ کسی شہر میں دو بھائی تھے ایک فقیہ، دوسرا منطقی۔ منطقی نے فقیہ کو مرجع خلائق دیکھ کر حسد کیا۔ ہر وقت اس کی ذلت کے درپے رہتا۔ اتفاقاً دونوں اپنے باپ کے ساتھ ایک امیر کے گھر مہمان گئے۔ میزبان نے دو انڈے ان کے سامنے رکھے۔ منطقی نے کہا بھائی یہ کتنے انڈے ہیں؟ جواب دیا دو۔ منطقی نے کہا نہیں تین ہیں کہ وجود اثنین وجود مجموع من حیث المجموع کو مستلزم۔ ان کے والد نے ایک انڈا آپ لیا اور دوسرا فقیہ کو دیا اور منطقی سے کہا "مجموع من حیث المجموع" کو آپ نوش کریں۔

﴿باقی آئندہ﴾

محمد بہاء الدین شاہ

فاضل بریلوی اور مفتی مالکیہ شیخ حسین مکی الازہری کا خاندان

پہلی قسط

تیرہویں صدی ہجری کے مکہ مکرمہ میں "شیخ حسین مالکی" نام کے دو جلیل القدر علماء موجود تھے، جو مسجد الحرام کے امام خطیب، مدرس اور مفتی مالکیہ کے یکساں مناصب پر فائز رہے۔ ان میں سے ایک گورنر مکہ، شریف غالب کے دور میں مفتی مالکیہ رہے اور انہوں نے تقریباً ۱۲۲۸ھ یا اس کے بعد وفات پائی (۱)۔ جبکہ دوسرے شیخ حسین مالکی رحمۃ اللہ علیہ گورنر مکہ، شریف محمد بن عون کے دور میں ہجرت کرکے مکہ مکرمہ آئے۔ ذیل کی سطور میں انہی ثانی الذکر شیخ حسین مالکی اور ان کی اولاد میں سے چند اکابر علماء کرام کے حالات پیش کیے جارہے ہیں۔

(۱) مفتی مالکیہ شیخ حسین مکی الازہری رحمۃ اللہ علیہ:

شیخ حسین بن ابراہیم بن حسین بن محمد بن عامر مالکی، مراکشی الاصل تھے (۲) لیکن آپ مصر میں پیدا ہوئے (۳)۔ آپ کا سلسلہ نسب طرابلس کے نواح میں آباد ایک ایسے خاندان سے جاملتا ہے جو صدیوں وہاں آباد رہا۔ شیخ حسین مالکی ایک ماہر فقیہ، عقلی و نقلی علوم کے سمندر اور شیخ الشیوخ تھے۔ آپ ۱۲۲۲ھ میں پیدا ہوئے اور قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد جامعۃ الازہر میں تعلیم مکمل کی (۴) شیخ احمد حضراوی (۵) لکھتے ہیں کہ شیخ حسین مالکی ۱۲۴۰ھ کے بعد گورنر مکہ شریف محمد بن عون (۶) کے توسط سے مکہ مکرمہ آئے اور مسجد الحرام میں مالکیہ کے امام و خطیب تعینات ہوئے۔ آپ اخلاق عظیمہ کے مالک اور علم و فضل، زہد و تقویٰ میں مشہور تھے۔ ۱۲۶۲ھ میں آپ کو "مفتی مالکیہ" کے اہم منصب پر تعینات کیا گیا (۷) مسند افتاء کی ذمہ داریاں انجام دیتے ہوئے آپ نے کسی مصلحت کو پاس نہیں پھٹکنے دیا اور فتویٰ جاری کرتے ہوئے کسی فرد کے اثر و رسوخ کو خاطر میں نہیں لائے اور ہر فتویٰ میں پوری آزادی سے شرعی حکم بیان کیا۔ اسی باعث آپ نے عدل و انصاف میں شہرت پائی (۸)۔

شیخ حسین مالکی الازہری رحمۃ اللہ علیہ فن کتابت سے گہرا لگاؤ رکھتے تھے۔ آپ نے اکابرین کی لاتعداد کتب انتہائی خوبصورت خطاطی میں نقل کیں۔ حرم مکی لائبریری میں صحیح بخاری کا ایک مکمل نسخہ زیر نمبر "۱۰۵/حدیث" موجود ہے جو آپ نے ایک ہی قلم سے نقل کیا۔ تیس جلدوں پر مشتمل اس نسخہ کے آخری صفحہ پر شیخ حسین مالکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ میں نے اس کی کتابت بروز جمعۃ المبارک سات جمادی الاولیٰ ۱۲۸۴ھ کو کعبہ مشرفہ کے سائے میں مکمل کی (۹)

اسی لائبریری میں شیخ نجم الدین غیطی (م ۹۸۱ھ) کی تصنیف "الابتہاج فی الکلام علی الاسراء والمعراج" زیر نمبر "۴۳/تاریخ" موجود ہے جسے شیخ حسین مالکی نے ۱۲۶۸ھ میں نقل کیا (۱۰)۔

حرم مکی میں شیخ حسین مالکی سے جن طالبان علم نے تعلیم پائی ان میں آپ کے فرزندان کے علاوہ چند مشہور علماء کرام کے نام

ین
☆امام حرم شیخ عبدا
☆مدرس حرم شیخ خلیفہ
☆مدرس حرمین شریفین
☆مفتی مالکیہ و خطیب
شیخ حسین
خطابت، درس و تدر
کے ساتھ ساتھ تصنیف
تصنیفات یادگار چھوڑ
☆ رسالۃ فی
قلمی نسخہ حرم مکی لائبریر
جسے احمد محمد سرور جعلی
☆رسالۃ فی
حدیث"، کاتب شیخ
علی بن شیخ حسین
حدیث"۔ (۱۶)
☆ توضیح ا
مالک، سن کتابت
☆تقییدات ع
سن کتابت ۱۲۶۸ھ
☆ شرح من
السالک، بخط
مالکی"۔ (۱۹)
☆قرۃ العین

یہ ہیں:

☆امام حرم شیخ عبدالقادر مشاط مالکی (۱۱)

☆مدرس حرم شیخ خلیفہ بن حمد نبھانی (۱۲)

☆مدرس حرمین شریفین شیخ محمد بن سلیمان حسب اللہ شافعی (۱۳)

☆مفتی مالکیہ وخطیب حرم شیخ ابوبکر بن حجی بسیونی (۱۴)

شیخ حسین مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے مسجد الحرام کی امامت و خطابت، درس وتدریس اور افتاء جیسی اہم ذمہ داریاں انجام دینے کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف جیسے اہم کام پر بھی توجہ دی اور متعدد تصنیفات یادگار چھوڑیں جن کا نام یہ ہیں۔

☆ رسالة في قرأة الامام حفص، اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ حرم کی لائبریری میں زیر نمبر "۱۴۳/لغۃ عربیہ" موجود ہے جسے احمد محمد سرور جعلی نے ۱۲۸۳ھ میں نقل کیا۔ (۱۵)

☆رسالة في مصطلح الحديث، زیر نمبر "۴۶/ حدیث"، کاتب شیخ عبداللہ بن شیخ حسین مالکی دوسرا نسخہ بخط شیخ محمد علی بن شیخ حسین مالکی، سن کتابت ۱۳۰۳ھ، زیر نمبر "۱۰۲/ حدیث"۔ (۱۶)

☆ توضيح المناسك على مذهب الامام مالك، سن کتابت ۱۲۶۸ھ، زیر نمبر "۵/فقہ مالکی"۔ (۱۷)

☆تقييدات على كتاب توضيح المناسك، سن کتابت ۱۲۶۸ھ، زیر نمبر "۵۲/فقہ مالکی"۔ (۱۸)

☆ شرح منسك الحطاب المسمى هداية السالك، بخط مصنف، سن کتاب ۱۲۶۵ھ، زیر نمبر "۵۲/فقہ مالکی"۔ (۱۹)

☆قرة العين في فتاوى الحسين، زیر نمبر "۴۸/ فتاوی"۔ (۲۰)

☆شفاء السقم وجلاء الظلم على متن الحكم (العطائيه)، زیر نمبر "۸۲/تصوف"۔ (۲۱)

☆شرح بانت سعاد۔

☆ حاشيه على العلامه الدرذير (۲۲)۔ غالباً یہ حاشیہ شیخ احمد بن محمد الدردیر (م ۱۲۰۱ھ) کی کتاب "شرح اقرب المسالک لمذھب الامام مالک" پر لکھا گیا۔

مفتی شیخ حسین مالکی نے اتوار کی رات ۱۰ ربیع الثانی ۱۲۹۲ھ کو وفات پائی اور قبرستان المعلیٰ، مکہ مکرمہ میں سپرد خاک ہوئے۔ آپ نے پانچ عالم وفاضل فرزند یادگار چھوڑے۔ شیخ محمد شیخ عبداللہ، شیخ امیر، شیخ عابد اور شیخ علی رحمہم اللہ تعالیٰ جمیعاً۔ (۲۳)

مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۷۲ھ/ ۱۸۵۶ء ---- ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء) اور شیخ حسین مالکی الازھری رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان ملاقات نہیں ہوئی۔ اس لیئے کہ شیخ حسین مالکی، فاضل بریلوی کے پہلے سفر حج ۱۲۹۶ھ/ ۱۸۷۸ء سے چار سال قبل وصال فرما چکے تھے۔

﴿باقی آئندہ﴾

حوالہ وحواشی

(۱) المختصر من کتاب نشر النور والزھر، شیخ عبداللہ ابو الخیر مکی (م ۱۳۴۳ھ)، اختصار وترتیب وحواشی شیخ محمد سعید عامودی مکی (م ۱۴۱۱ھ) و شیخ بھوپالی مہاجر مکی (م ۱۴۱۳ھ)، طبع دوم ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء، عالم المعرفہ جدہ، ص ۱۸۲

(۲) ایضاً ص ۱۸۰۔

(۳) الدلیل المشیر، علامہ سید ابوبکر حبشی علوی مکی (م ۱۳۷۴ھ) مکتبہ المکیہ مکہ مکرمہ، طبع اول ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۷ء، ص ۲۷۶

(۴) نشر النور ص ۱۸۰-۱۸۱

(۵) علامہ شیخ احمد جعفر اوی شافعی ھاشمی مکی (۱۲۵۴ھ-۱۳۲۷ھ)

اٹھارہ سے زائد کتب کے مصنف تھے، آپ مؤرخ حجاز کہلائے آپ کے شاگردوں میں علامہ سید محمد زمزی کتانی (م ۱۳۷۱ھ/ ۱۹۵۱ء) مدفون دمشق وغیرہ اپنے دور کے اکابر علماء و مشائخ شامل ہیں۔ شیخ احمد حضراوی رحمۃ اللہ علیہ فاضل بریلوی کے خلفاء میں سے ہیں، آپ کے مفصل حالات نشر النور، سیر وتراجم اور اعلام الحجاز جلد سوم میں درج ہیں۔

(۶) شریف محمد بن عبدالمعین بن عون ۱۲۴۳ھ سے ۱۲۶۷ھ تک اور دوبارہ ۱۲۷۲ھ سے اپنی وفات ۱۲۷۴ھ تک گورنر مکہ رہے (نشر النور، حاشیہ، ص ۲۹۸)

(۷) نشر النور ص ۱۸۰-۱۸۱

سیر وتراجم میں ہے کہ آپ ۱۲۲۶ھ میں "مفتی مالکیہ" بنائے گئے لیکن یہ درست نہیں اس لئے کہ سن مذکور میں آپ کی عمر محض چار برس تھی۔ یقیناً یہ اندراج کتابت کی غلطی ہے (سیر وتراجم بعض علمائنا فی القرن الرابع عشر للھجرۃ، عمر عبدالجبار مکی (م ۱۳۹۱ھ)، مکتبہ تھامہ جدہ، طبع سوم ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۲ء ص ۱۰۰)

(۸) سیر وتراجم ص ۱۰۰۔

(۹) فہرس مخطوطات مکتبہ مکۃ المکرمۃ، ناشر مکتبہ ملک فہد الوطنیہ ریاض، طبع اول ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۷ء، یہ فہرست حرم مکی لائبریری کے محافظ شیخ عبدالمالک بن شیخ عبدالقادر طرابلسی کی نگرانی میں پروفیسر ڈاکٹر عبدالوهاب ابراہیم ابو سلیمان وغیرہ ام القریٰ یونیورسٹی مکہ مکرمہ کے دس اساتذہ نے مل تیار کی، ص ۵۷، نیز نشر النور حاشیہ ص ۱۸۱۔

(۱۰) فہرس مخطوطات مکتبہ مکۃ المکرمۃ، ص ۴۵۵۔

(۱۱) امام حرم شیخ عبدالقادر مشاط، مکی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۴۸ھ-۱۳۰۲ھ) کے والد مکہ مکرمہ کے بڑے تاجر تھے۔ شیخ عبدالقادر مشاط نے حرم مکی کے علاوہ جامعۃ الازہر میں تعلیم پائی۔ آپ شیخ حسین مالکی اور علامہ سید احمد دحلان شافعی (م ۱۳۰۴ھ) کے اہم اور خاص شاگردوں میں سے ایک ہیں۔ علامہ مشاط مسجد الحرام کے امام، خطیب اور مدرس تھے، چند تصنیفات ہیں نیز اپنے استاد علامہ سید احمد دحلان رحمۃ اللہ علیہ کی ایک کتاب پر حواشی لکھے۔ شیخ عبدالقادر کے شاگردوں میں علامہ سید احمد زواوی مالکی مکی (۱۲۶۲ھ-۱۳۱۲ھ)، شیخ حسن بن زہیر مالکی مکی (م ۱۳۰۱ھ)، شیخ عبداللہ بن عثمان حنفی مکی (م ۱۳۲۴ھ)، شیخ محمد صباغ مصری مہاجر مکی (م ۱۳۲۱ھ) اور شیخ یاسین بسیونی شافعی مکی (۱۲۷۳ھ-۱۳۵۴ھ) وغیرہ اپنے دور کے اکابر علماء مکہ شامل ہیں۔ (نشر النور ص ۵۷۲)

(۱۲) شیخ خلیفہ بن حمد نبہان (۱۲۷۰ھ-۱۳۶۲ھ) بحرین میں پیدا ہوئے اور سترہ برس کی عمر میں حصول علم کے لئے مکہ مکرمہ پہنچے جہاں مفتی مالکیہ شیخ حسین بن ابراہیم کے علاوہ شیخ عبدالقادر مشاط، شیخ عبدالرحمٰن دھان (۱۲۸۳ھ-۱۳۳۷ھ)، شیخ محمد یوسف خیاط شافعی وغیرہ متعدد اکابر علماء سے مختلف علوم وفنون حاصل کئے۔ بعد ازاں علماء مدینہ منورہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور علامہ سید احمد بن اسمٰعیل برزنجی شافعی (۱۲۵۹ھ-۱۳۳۵ھ) وغیرہ اکابر علماء سے اسناد حاصل کیں۔ شیخ خلیفہ نبہان نے ایشیا و افریقہ کے متعدد ممالک کے سیاحت کی۔ شیخ خلیفہ نے علم فلکیات و توقیت کے موضوعات پر سات سے زائد کتب تصنیف کیں جن میں سے ایک کتاب مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ وغیرہ مدارس کے نصاب میں شامل رہی۔ آپ مسجد الحرام میں مدرس تعینات تھے، اہم تلامذہ میں مولوی عبدالرحمٰن کریم بخش، علامہ سید احمد عبداللہ دحلان، شیخ حسن مشاط (۱۳۱۷ھ-۱۳۹۹ھ) اور شیخ محمد یٰسین بن عیسیٰ فادانی (م ۱۴۱۰ھ) کے نام شامل ہیں۔ (سیر وتراجم ص ۱۰۱-۱۰۴)

شیخ خلیفہ کے بیٹے شیخ محمد نبہان (م ۱۳۷۰ھ) بھی مشہور عالم اور صاحب تصانیف تھے۔ آپ کی ایک تصنیف "سورج زمین کے گرد چکر کاٹ رہا ہے" کے نظریہ پر ہے۔ (سیر وتراجم ص ۲۷۵-۲۷۷)

(۱۳) شیخ محمد بن سلیمان حسب اللہ شافعی مکی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۴۴ھ-۱۳۳۵ھ) نے مکہ مکرمہ میں شیخ حسین مالکی کے علاوہ جن علماء سے تعلیم پائی ان میں مفتی شافعیہ شیخ احمد دمیاطی (م ۱۲۷۰ھ)، علامہ سید احمد نحراوی شافعی (م ۱۲۹۱ھ) وغیرہ شامل ہیں۔ بعد ازاں آپ مزید حصول علم کے لئے عازم مصر ہوئے نیز مدینہ منورہ میں شیخ عبدالغنی دہلوی نقشبندی سے پڑھا۔ شیخ محمد حسب

اللہ ہر سال ماہ رمضان میں روضہ رسول ﷺ کی زیارت کے لئے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کا سفر کرتے اور اس ماہ مبارک میں وہاں مقیم رہ کر مسجد نبوی میں قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''الشفاء'' کا درس دیا کرتے۔ آپ مسجد الحرام مکہ مکرمہ میں مدرس تھے۔ مفتی شافعیہ علامہ سید احمد دحلان رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۰۴ھ میں منصب افتاء سے الگ ہوئے تو گورنر حجاز عثمان پاشا نے یہ منصب شیخ محمد حسب اللہ کے سپرد کرنا چاہا لیکن آپ نے قبول نہیں کیا۔ آپ کے تلامذہ میں شیخ عثمان بن عبداللہ تمبوسی (م ۱۳۶۹ھ) اور شیخ ابو بکر بن شہاب الدین تمبوسی اہم ہیں۔ شیخ محمد حسب اللہ کی تصنیفات کے نام یہ ہیں:

حاشیہ علی منسك الخطيب الشربيني الكبير، الرياض البديعه فى اصول الدين وبعض فروع الشريعه، فيض المنان شرح فتح الرحمن، حاشيه على فتح المعين، هداية العوام الى معرفة الايمان والاسلام وغیرہ۔ حرم مکی لائبریری میں آپ کی چار تصنیفات کے مخطوطات موجود ہیں۔ (سیر وتراجم ص ۲۲۹-۲۳۲، نشر النور ص ۴۱۹-۴۲۰، فہرس مخطوطات مکتبہ مکہ ص ۵۴۲)

(۱۴) شیخ ابو بکر بن حجی بسیونی رحمۃ اللہ علیہ کے والد مصر سے ہجرت کر کے مکہ مکرمہ جا بسے وہیں پر شیخ ابو بکر پیدا ہوئے اور شیخ حسین مالکی کے علاوہ شیخ احمد دمیاطی، شیخ العلماء شیخ جمال (م ۱۲۸۴ھ) سے تعلیم پائی اور گورنر مکہ شریف محمد بن عون شیخ ابو بکر کو مسجد الحرام کا امام وخطیب مقرر کیا۔ بعد ازاں آپ گورنر شریف عبدالمطلب کے دور میں ''مفتی مالکیہ'' تعینات کئے گئے۔ شیخ ابو بکر نے ۱۳۰۰ھ کے بعد مکہ مکرمہ میں وفات پائی۔ (نشر النور ص ۶۲-۶۳)

(۱۵) فہرس مخطوطات مکتبہ المکرمۃ، ص ۳۶۔

(۱۶) ایضاً ص ۶۱۔

(۱۷) ایضاً ص ۱۴۴۔

(۱۸) ایضاً ص ۱۴۰۔

(۱۹) ایضاً ۱۸۹-۱۹۰۔

(۲۰) ایضاً ص ۲۱۸۔

(۲۱) ایضاً ۲۹۰۔

(۲۲) سیر وتراجم ص ۱۰۰، نشر النور ص ۱۸۱۔

(۲۳) نشر النور ص ۱۸۰-۱۸۱۔

وادی رضا کی کوہ ہمالہ رضا کا ہے
جس سمت دیکھئے وہ علاقہ رضا کا ہے

حسن بن زبیر مالکی مکی (م
مکی (م ۱۳۲۴ھ)، شیخ محمد
اور شیخ یاسین بسیونی شافعی
اپنے دور کے اکابر علماء مکہ

۱۲۶۲ھ) بحرین میں پیدا
علم کے لئے مکہ مکرمہ پہنچے
ہم کے علاوہ شیخ عبدالقادر
۱۳۳۷-۱۲ھ)، شیخ محمد
علماء سے مختلف علوم وفنون
نورہ کی خدمت میں حاضر
برزنجی شافعی (۱۲۵۹ھ-
اد حاصل کیں۔ شیخ خلیفہ
الک کے سیاحت کی۔ شیخ
موعات پر سات سے زائد
ب کتاب مدرسہ صولتیہ مکہ
ں شامل رہی۔ آپ مسجد
تلامذہ میں مولوی عبدالرحمن
مد دحلان، شیخ حسن
مد یٰسین بن عیسیٰ فادانی (م
راجم ص ۱۰۱-۱۰۴)
محمد نبھان (م ۱۳۷۰ھ)
ف تھے۔ آپ کی ایک
ث رہا ہے'' کے نظریہ پر

مکی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۴۴ھ
ین مالکی کے علاوہ جن علماء
احمد دمیاطی (م ۱۲۷۰ھ)؛
) وغیرہ شامل ہیں۔ بعد
عازم مصر ہوئے نیز مدینہ
سے پڑھا۔ شیخ محمد حسب

دو قومی نظریہ کے احیاء اور

تحریک پاکستان

میں امام احمد رضا کا کردار

(قسط پہلی)

باب نمبر 1:-

(۱) دوقومی نظریہ (تعریف)

(۲) امام احمد رضا خاں کا دوقومی نظریہ کے احیاء کیلئے کردار۔ (اجمالی جائزہ)

(۳) غیر منقسم ہندوستان کے متحدہ دور قومیت (۲۰ ویں صدی کا پہلا ربع، تقریباً اخیر) میں دوقومی نظریہ کے احیاء کیلئے سب سے پہلا نام
----امام احمد رضا خاں

(۴) امام احمد رضا خاں کے تلامذہ، خلفاء، احباء کی جماعت ''آل انڈیا سنی کانفرنس'' کا تحریک پاکستان میں کردار

باب نمبر 2:

تعارف و وضاحت کے اہم نکات:

(۱) متحدہ قومیت کے دور میں مسلم تشخص کا زوال اور ملی وسیاسی قیادت کا مکمل فقدان

(۲) امام احمد رضا کی پیش قدمی اور دانشمندی۔

(۳) قرآن وحدیث سے امام احمد رضا خاں کا استدلال۔

(۴) مسلمانوں کو ہندوؤں اور انگریزوں سے الگ اپنی تنظیم سازی کیلئے ترغیب وتشویق دلانے کے واسطے تمام موجود وسائل ابلاغ کا استعمال (اخبار و رسائل، جرائد، کتابچہ، پوسٹر، جلسہ، جلوس، وعظ وغیرہ)

مسئلہ: دور متحدہ قومیت (بیسویں صدی کے ربع اول کا تقریباً اخیر) میں برعظیم پاک وہند میں دوقومی نظریہ کا احیاء کس نے کیا تھا؟

باب نمبر 3:-

(۱) مسلمہ حقیقت (۲) مفروضہ

باب نمبر 4:-

تحقیق کی اہمیت و مقاصد:

(۱) عمومی مقاصد (۲) خصوصی مقاصد

باب نمبر 5:-

تحقیق کا طریقہ کار: (Documentary Analysis)

باب نمبر 6:- کتابیات

تفصیلی عنوانات

دوقومی نظریہ:

دوقومی نظریہ کیا ہے؟ قرآنی اصطلاح میں

"لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ"

(تمہیں تمہارا دین اور مجھے میرا دین" (سورۃ الکافرون، آیت نمبر ۶)

کا تصور دوقومی نظریہ کا مبداء ہے۔

پاکستان کا مطلب کیا ---- لاالــٰــہ الااللّٰــہ محــمــد رسـول اللّٰــہ ---- اسی تصور کا ترجمان ہے۔ یہی نظریہ اسلام ہے یہی نظریہ پاکستان ہے۔

ڈاکٹر سید عبداللہ (۱۹۷۷ء) نظریہ پاکستان کا پہلا اصول بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مسلمانان ہندوستان بر بنائے عقیدہ (اسلام) ہندو اکثریت سے الگ قوم ہیں کیونکہ ان کا مذہب جدا ہے اور اس کے تابع ان کی معاشرت جدا ہے، ان کی تاریخ جدا ہے، ان کا تصور کائنات جدا ہے، ان کا شعور تناسب واقدار جدا ہے، ان کی آرزوئیں جدا ہیں''

مزید لکھتے ہیں:

''عرف عام میں نظریۂ پاکستان کو دوقومی نظریہ بھی کہا جاتا ہے۔ یہ پورے نظریے کا مجمل نام ہے''

(ڈاکٹر سید عبداللہ، پروفیسر ایمریطس: ''پاکستان [تعبیر و تعمیر]، ص: ۵۹، ۶۰ (مطبوعہ مکتبہ خیابان ادب، چیمبرلین روڈ لاہور، ۱۹۷۷ء)

امام احمد رضا خاں اور دو قومی نظریہ :-

عالم اسلام کے عظیم مفکر، مفسر، محدث، فقیہہ ادیب، شاعر اور مایہ ناز سیاستدان امام احمد رضا خاں نے ہندوستان میں دوقومی نظریہ کے احیاء کیلئے وہی کردار ادا کیا ہے جو حضرت مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دور میں بادشاہ اکبر کے ''دین الٰہی'' کے خلاف ادا کیا تھا۔

بیسویں صدی کے ربع اول کے اخیر کے قریب ہندو مسلم اتحاد پر مبنی تحریکات کے اثرات کے سبب ہندو مسلم آمیزش اس حد تک ہوگئی تھی کہ بادشاہ اکبر کے دین الٰہی کی طرز پر اس دور میں بھی ایک نئے ''عالمگیر مذہب'' کی تیاری اور نیا نصاب تشکیل دیا جارہا تھا ایک قومی نظریہ پروان چڑھ رہا تھا۔ ''مذہب انفرادی چیز''

کا تصور پھیلانے کی کوششیں کی جارہی تھیں۔

ڈاکٹر وحید قریشی لکھتے ہیں:

"A small group of mastics, and even that under the influence of social and cultural movements initiated in the reign of Akbar, ventured toreconcile or assimilate other religions with Islam.

On the political plane such an attempt was again made, in a limited way, during the stormy days of the Khilafat Movement"

" I deological Foundations of Pakistan"
P.3 (Aziz Publishers, Urdu Bazar Lahore)

ہندو لیڈر گاندھی مسلمانوں کی قیادت سنبھال کر ہندو مسلم کو ایک قوم قرار دے رہا تھا۔ مسلمانوں کا وہ ملی وانفرادی تشخص بالکل ختم کیا جارہا تھا جس کو آگے چل کر قیام پاکستان کی بنیاد بننا تھا۔

۱---- حبیب احمد چوہدری:

تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء، البیان لاہور ۱۹۶۶ء ص ۱۹۴،۱۹۵

۲---- ماہنامہ حقیقت اسلام (لاہور) اکتوبر ۱۹۳۸ء، ص:۲

۳---- ماہنامہ طوع اسلام (دہلی) اپریل ۱۹۳۹ء، ص:۶۶، ۶۷

۴---- رشید محمود راجا: تحریک ہجرت (۱۹۲۰ء) مکتبہ عالیہ لاہور ۱۹۸۶ء، ص:۳۶

مسلمانوں کے بڑے بڑے بلند پایہ لیڈر مثلاً مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا عبیداللہ سندھی مولانا عبدالباری فرنگی محلی سبھی ہندو مسلم اتحاد کے حامی تھے۔

میاں عبدالرشید لکھتے ہیں:

''علامہ اقبال تحریک خلافت کے مخالف تھے۔ قائد اعظم بھی اس تحریک اور اس کی فی تحریکوں کو مسلمانوں کیلئے سخت نقصاندہ سمجھتے تھے مگر ان دنوں کسی نے ان کی ایک نہ سنی

چنانچہ وہ اس آندھی کے دوران میدان سیاست سے ہٹ آئے اور ایک طرف ہو کے بیٹھ گئے جن لوگوں نے میدان میں آ کر خلافت، ہجرت اور ترک موالات جیسی نقصان دہ تحریکوں کی مخالفت کی وہ حضرت احمد رضا خاں اور ان کے احباء، رفقاء، عقیدت مندان ہی تھے:

جز قیس اور کوئی نہ آیا بروئے کار

ان حضرات نے برملا کہا انگریز عیسائی ہونے کے سبب کافر اہل کتاب ہے۔ جبکہ ہندو بت پرست اور مشرک ہونے کے سبب کافر حربی ہے اس لئے نہ ہندو کی قیادت میں اور نہ اس کے تعاون سے اسلامی تحریک چلانے کا کوئی جواز ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ کفر ملت واحدہ ہے یعنی سارے غیر مسلم (ہندو، عیسائی، پارسی، یہودی وغیرہ) ایک قوم ہیں۔

بالفاظ دیگر دنیا میں صرف دو قومیں ہیں ایک مسلمان اور دوسرے کافر، یہی دو قومی نظریہ ہے اور اسی سے مسلم قومیت کا ظاہری تشخص قائم ہے۔"

(پاکستان کا پس منظر اور پیش منظر، ص: ۱۱۷، ادارہ تحقیقات پاکستان، دانش گاہ، پنجاب، لاہور)

امام احمد رضا خاں نے اپنی کتب (۱۹۲۰ء)

(۱) تدبیر فلاح ونجات واصلاح

(۲) المحجۃ المؤتمنۃ فی آیۃ الممتحنۃ

(۳) دوام العیش فی الائمۃ من القریش

(۴) اعلام والاعلام بان ہندوستان دار الاسلام

(۵) انفس الفکر فی قربان البقر

کے ذریعے فکری انقلاب کے ساتھ ساتھ اپنے احباء، رفقاء، تلامذہ، خلفاء اور متوسلین کے ہمراہ عملی انقلاب برپا کر دیا اور دو قومی نظریے کا خوب احیاء کیا یہی نظریہ پاکستان کا سبب بنا۔

مشہور مؤرخ خواجہ رضی حیدر اس حقیقت کا انکشاف فرماتے ہیں:

"امام احمد رضا کے تلمیذ وخلیفہ صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی غالباً پہلے عالم دین ہیں جنہوں نے واشگاف الفاظ میں تقسیم ہند کی تجویز ان الفاظ میں پیش کر کے پاکستان کا مطالبہ کیا ---- "ملک تقسیم کر کے ہندو مسلم علاقے تشکیل دیئے جائیں ہر علاقہ میں اسی علاقہ والے کی حکومت ہو"

(خصوصی اشاعت روزنامہ جنگ کراچی، شمارہ ۲۳، مارچ ۱۹۹۱ء)

پاکستان کے ممتاز دانشور، سابق چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل مولانا کوثر نیازی مرحوم فرماتے ہیں:-

"امام احمد رضا خاں نے متحدہ قومیت کے خلاف اس وقت آواز اٹھائی جب علامہ اقبال اور قائد اعظم بھی اس کی زلف گرہ گیر کے اسیر تھے ---- دیکھا جائے تو دو قومی نظریے کے عقیدے میں امام احمد رضا خاں مقتدا ہیں اور یہ دونوں حضرات مقتدی ---- پاکستان کی تحریک کو کبھی فروغ نہ حاصل ہوتا اگر امام احمد رضا سالوں پہلے مسلمانوں کو ہندوؤں کی چالوں سے باخبر نہ کرتے"

(ڈاکٹر اقبال اختر القادری، معارف رضا جلد XVI ۱۹۹۶ء، ص: ۱۲۹، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی)

مشہور مورخ جناب عشرت رحمانی تحریر فرماتے ہیں:

سب سے پہلا نام امام احمد رضا خاں

"یہاں اختصار وایجاز کے ساتھ یہ ذکر کرنا ہے کہ ملک کے اکثر علمائے کرام نے قرآن وحدیث کی روشنی میں دو قومی نظریہ کو کس طرح مسلمانوں کیلئے لازمی قرار دیا اور نظریہ پاکستان کو صرف لفظی نہیں بلکہ اس کے تحریک میں کیونکر عملی شرکت وحمایت فرمائی اس سلسلہ میں سب سے پہلے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کا اسم

کراچی ہے۔

(رئیس احمد جعفری: اوراق گم گشتہ، مطبوعہ لاہور، ۱۹۸۶ء میں شامل رسالہ سے اقتباس)

امام احمد رضا خاں کے خلفاء، تلامذہ اور احباء کی جماعت ''آل انڈیا سنی کانفرنس'' کا قیام پاکستان میں کردار:

امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے اس وقت جبکہ مسلمانوں کے پاس کوئی اپنی مسلم قیادت نہ تھی مسلمانوں کو الگ سیاسی پلیٹ فارم پر منظم ہونے اور اپنی قوت مستحکم کرنے پر زور دیا جس کا نتیجہ ''آل انڈیا سنی کانفرنس'' اور بعد میں تنظیم کے نئے نام ''جمہوریہ اسلامیہ'' کی صورت میں نکلا جنہوں نے مسلمانوں کیلئے الگ مملکت پاکستان کی خاطر سر دھڑ کی بازی لگادی۔

محترم ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی فرماتے ہیں:

''(تحریک ترک موالات کے بعد) بریلوی مکتب فکر کی قیادت مولانا نعیم الدین مراد آبادی (امام احمد رضا کے تلمیذ و خلیفہ) کے ہاتھوں میں آ گئی ----انہوں نے اپنی جماعت کے کام کو وسیع کردیا اور ان کی ہر شاخ پاکستان کے قیام کی جدو جہد میں مصروف ہوگئی ----
مولانا نعیم الدین مراد آبادی نے پنجاب کے آرگنائزر مولانا ابوالحسنات کو ایک خط میں لکھا:

''جمہوریہ اسلامیہ کو کسی بھی صورت میں پاکستان کے مطالبہ سے دستبردار ہونا قبول نہیں۔ خواہ جناح خود اس کے حامی رہیں یا نہ رہیں کیبنٹ مشن تجاویز سے ہمارا مقصد حاصل نہیں ہوتا''

(خواجہ رضی حیدر: ''دو قومی نظریہ کے حامی علماء اور ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی''، ص: ۲۱-۲۲ سورتی اکیڈمی کراچی ۱۹۸۶ء)

دو قومی نظریہ اور قیام پاکستان کے حوالے سے آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کے بھرپور اور اٹل کردار کے متعلق پروفیسر محمد اسلم (۱۹۹۳ء) سابق صدر شعبہ تاریخ پنجاب یونیورسٹی، لاہور فرماتے ہیں:

''اس اجلاس کی سب سے اہم بات یہ تھی کہ اجلاس کے شرکاء نے یہ اعلان کیا کہ اب اگر قائد اعظم مطالبہ پاکستان سے دستبردار ہو جائیں تو بھی سنی کانفرنس اس معاملے میں ان کی موافقت نہیں کرے گی اور سنی کانفرنس مطالبۂ پاکستان کو آگے لے کر بڑھے گی قیام پاکستان مسلمانوں کا حق ہے اور یہ حق ہر صورت انہیں ملنا چاہیے۔
دیو بندی حلقوں کی جانب سے اس کانفرنس کی کاروائی پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس کانفرنس میں شرکاء کا سیاسی وزن کتنا تھا اور ان کی ملکی سیاست میں کیا حیثیت تھی؟ راقم آثم دیوبندی مکتب فکر سے تعلق رکھتا ہے اس کے باوجود یہ عرض کرتا ہوں کہ ان مشائخ اور علماء کا عوام پر بڑا اثر تھا خود لاہور میں تحریک پاکستان کیلئے بریلوی مکتب فکر کے علماء میں سے مولانا محمد بخش مسلم، مولانا غلام الدین اشرفی نے جو کام کیا وہ محتاج تعارف نہیں۔ مؤخر الذکر کی تقریریں راقم آثم نے سنی ہیں جس انداز سے وہ گاندھی اور نہرو کو لتاڑتے تھے اور جس بری طرح سے گاندھی اور نہرو کا جوٹھا میٹھا کھانے والے کانگرسی مولویوں کے لتے لیتے تھے یہ ان ہی کا حصہ تھا''

(پروفیسر محمد اسلم: ''تحریک پاکستان'' مطبوعہ ریاض برادرز اردو بازار لاہور (۱۹۹۳ء)

تعارف و وضاحت کے اہم نکات

غیر منقسم ہندوستان میں ملی وسیاسی قیادت کے فقدان اور مسلم تشخص کے زوال کا دور:

مذکورہ بالا حقائق کی روشنی میں یہ بات مسلمہ نظر آتی ہے

کہ غیر منقسم ہندوستان میں، بیسویں صدی عیسوی کے ربع اول کے تقریباً اخیر یا بیسویں صدی عیسوی کی دوسری اور تیسری دہائی میں ہندو مسلم اتحاد پر مبنی تحریکات ---- تحریک خلافت، تحریک ترک موالات/عدم تعاون، تحریک ہجرت، تحریک ترک گاؤ کشی، نئے عالمگیر مذہب کی تیاری کے پرفتن دور اور پرآشوب حالات میں جب بقول ڈاکٹر وحید قریشی (1982)

"In the Third decade of the 20th Century the educated Muslim Class was so overcome by the sense of defeat that they ceased to take interest in politics. All political platforms lay barren. This mood of despondency gave rise to such movements as were devoted to the religious training of the Muslims"

(Dr. Waheed Qureshi: (Ideologial Foundations of Pakistan, Aziz Publishers, LHR.)

امام احمد رضا خاں کی پیش قدمی اور دانشمندی

یہ امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ ہی تھے جن کا قلمی، فکری، عملی جہاد قائد اعظم، علامہ محمد اقبال، مولانا محمد علی جوہر مولانا شوکت علی جیسے رہنماؤں اور جملہ مسلمانوں کیلئے روشنی کا مینار ثابت ہوا اور ان لیڈروں کو بھی بعد میں اسی طرف آنا پڑا۔

عبدالحکیم خاں اختر شاہجہان پوری ۱۹۸۸ء لکھتے ہیں:

"اگر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو "دو قومی نظریہ" کے اس دور میں اولیں علمبردار فاضل بریلوی تھے"

(ڈاکٹر محمد مسعود احمد سابق ایڈیشنل سیکریٹری ایجوکیشن سندھ: "فاضل بریلوی اور ترک موالات" ۱۹۸۸ء مطبوعہ ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور، میں شامل عرض حال سے ماخوذ، ص ۴)

میاں عبدالرشید (۱۹۸۲ء) نے بھی رقم کیا ہے:

"ہندو مسلم اتحاد پر مبنی تحریکات کی آندھی کے دوران علامہ اقبال اور قائد اعظم بھی میدان سیاست سے ہٹ کر ایک طرف ہوگئے تھے ان دنوں کسی نے ان کی ایک نہ سنی تھی جن لوگوں نے میدان میں آکر ان تحریکات کے حامیوں اور لیڈروں کا زور توڑا وہ حضرت امام احمد رضا خاں، ان کے احباء اور رفقاء ہی تھے۔"

(میاں عبدالرشید: "پاکستان کا پس منظر اور پیش منظر" ۱۹۸۲ء، مطبوعہ ادارۂ تحقیقات، پاکستان، دانشگاہ پنجاب لاہور)

قرآن وحدیث سے امام احمد رضا خاں کا استدلال

امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن پاک کی اس آیت کریمہ کی روشنی:

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ط"

(اے ایمان والو! مسلمانوں کو چھوڑ کر غیر مسلموں سے دوستی نہ رکھو)

اور حدیث پاک کے مطابق کہ:

الکفر ملة واحدة (کفر ملت واحدہ ہے)

تمام مسلمانوں سے یوں درد بھری اپیل کی:

"تبدیل احکام الرحمٰن اور اختراع احکام الشیطان سے ہاتھ اٹھاؤ، مشرکین سے اتحاد توڑو ---- مرتدین کا ساتھ چھوڑو کہ محمد رسول اللہ ﷺ کا دامن پاک تمہیں اپنے سائے میں لے، دنیا نہ ملے نہ ملے، دین تو ان کے صدقے میں ملے۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ"

(ڈاکٹر محمد مسعود احمد: "فاضل بریلوی اور ترک موالات" ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور ۱۹۸۸ء، ص ۴۳)

(باقی آئندہ)

جامعہ ازھر
ساری دنیا میں بڑی اس
قیام سے لے کر آج تک
ہستیاں پیدا کیں جو نابغ
علم وفضل اور فنی کمالات
عسقلانی (شارح بخاری
جمال الدین بن ہشام
انشاء پرداز) علامہ بہاء
تاریخ میں سنہری حروف
کل کا جامع
میں آیا تھا آج وہ یونیو
ٹیکنالوجی میں اتنی ترقی
نامور یونیورسٹیاں پیچھے ر
یہ بھی ایک م
دین اور ائمہ کرام کا ربط
ہے اور آج بھی اس کی
جب بھی یہاں ازہری
ہندوستان کا ذکر آجاتا

امام احمد رضا کی علمی جلالت شان کا اعتراف

(مکتوب مصر، از...... منظر اسلام، جامعہ ازہر)

جامعہ ازہر (مصر) صرف عالم اسلام ہی نہیں بلکہ ساری دنیامیں بڑی اسلامی یونیورسٹی شمار کی جاتی ہے، اپنے وقت قیام سے لے کر آج تک ہر علمی میدان میں اس نے ایسی بے شمار ہستیاں پیدا کیں جو نابغۂ روزگار اور عبقری ہیں اور جنہوں نے اپنے علم وفضل اور فنی کمالات کا لوہا دنیا سے منوایا۔ علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی (شارح بخاری) علامہ جلال الدین سیوطی (مفسر قرآن) جمال الدین بن ہشام (امام النحو) علامہ شہاب الدین (ادیب و انشاء پرداز) علامہ بہاء الدین سبکی وغیرہ وہ اسماء ہیں جو آج بھی تاریخ میں سنہری حروف سے لکھے جاتے ہیں۔

کل کا جامعہ ازہر جو ایک مسجد کی شکل میں معرض وجود میں آیا تھا آج وہ یونیورسٹی میں تبدیل ہوکر جدید عصری علوم اور ٹیکنالوجی میں اتنی ترقی کر چکا ہے کہ کیمبرج اور آکسفورڈ جیسی نامور یونیورسٹیاں پیچھے رہ گئی ہیں۔

یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ہندوستان کے جید علماء دین اور ائمہ کرام کا ربط وتعلق جامعہ ازہر کے ساتھ بڑا گہرا اور پرانا ہے اور آج بھی اس کی جھلک اس صورت میں ہمیں نظر آتی ہے کہ جب بھی یہاں ازہری مصری علماء پروفیسران کے درمیان گفتگو ہندوستان کا ذکر آجاتا ہے تو یہ وہاں کے علماء کی تعریف میں رطب اللسان ہوجاتے ہیں۔

جامعہ ازہر قاہرہ میں زیر تعلیم ہندی سنی طلبہ کے اپنے منشور کے مطابق ہمہ وقت یہ کوشش جاری ہے کہ ہندوستان کے علماء اور جماعت اہل سنت کا تعارف موجودہ علماء ازہر اور پورے عالم عرب سے خاص طور پر کرایا جائے۔

علمی وثقافتی راہ ہموار کرنے والے اور علماء ہند ومصر کے مابین ملاقات کو فروغ دینے کی غرض سے ۶ر مئی ۲۰۰۱ء بروز اتوار بصورت وفد طلبہ جامعہ ازہر، اصول الدین فیکلٹی (قاہرہ) کے شعبۂ عقیدہ وفلسفہ میں ایک پروفیسر عزت مآب ڈاکٹر محمد سید احمد المسیر صاحب سے ملاقات کی اور ایک کتاب ''القادیانیہ'' انکی خدمت میں بطور ہدیہ نذر کی، واضح رہے کہ ڈاکٹر موصوف کی شخصیت مصری علماء ومحققین میں بڑی باوزن اور ممتاز ہے، یہاں کے ریڈیو اور ٹی وی کے دینی پروگراموں میں تقریباً ہمیشہ شامل رہتے ہیں۔ جدید مسائل پر ان کی درجنوں کتابیں ہیں۔

''القادیانیہ'' کیا ہے؟ مجدد دین وملت امام اہل سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ کے رد قادیانیت کے تین رسائل (السوء والعقاب علی المسیح الکذاب، الجراز الدیانی علی مرتد القادیانی، المبین ختم النبیین) کا عربی ترجمہ ہے۔ جسے ہندی سنی

طلبہ نے قاھرہ سے رضا اکیڈمی کے تعاون سے چھپوا کر اب تک الجزائر، لبنان، شام، لندن، پاکستان، اردن، تاجکستان، داغستان اور سعودی عرب تک پہنچا چکے ہیں۔

وفد نے سیدی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کا تعارف کراتے ہوئے بتایا کہ فاضل امام کی تصانیف پچاس سے زائد فنون پر عربی، فارسی اور مادری زبان (اردو) میں ہزار سے متجاوز ہیں جن میں بارہ ضخیم جلدوں پر مشتمل فتاویٰ (العطایا النبویۃ فی الفتاویٰ الرضویۃ) آپ کی شاہکار تصنیف ہے، جسے فقہی انسائیکلو پیڈیا کہا جاسکتا ہے، آپ ایک زبردست عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ بے مثال شاعر بھی تھے، شاعری بھی عربی، فارسی اور اردو میں فرمائی۔

فاضل بریلوی کی مظلوم شخصیت کے ساتھ مخالفین کا جو جارحانہ رویہ ہے اس کا ذکر کرتے ہوئے وفد نے بتایا کہ ہندوستان بالخصوص عالم عرب میں ''امام احمد رضا'' کے نام کو بعض لوگوں نے جان بوجھ کر متہم کر کے پیش کیا۔ مخالفین کی اس جماعت کو علمی جلالت شان پر انگلی رکھنے کی جگہ نہ مل سکی تو کردار کشی پر اتر آئے اور گروہی تعصب کے نشے میں چور ہو کر آپ پر الزامات و اتہامات اور افتراء پردازیوں کی بوچھاڑ کردی، یہاں تک کہ آج بھی اس مرد مجاہد کی بے غبار زندگی و بے لوث دینی خدمات کو بدگمانیوں کے دبیز پردے تلے دبانے کی مذموم کوشش جاری ہے۔

وفد کی اس گفتگو کو بغور سماعت فرمانے کے بعد ڈاکٹر موصوف نے سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے متعلق جو رائے قائم کی وہ قابل سماعت ہے۔ یہ کوئی نئی بات نہیں کہ فاضل امام کو ... نے طعن و تشنیع کا شکار بنایا، بلکہ اسلاف کی تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ جب بھی کسی نے علم و فضل میں کمال حاصل کیا ہے تو مخالفت کا طوفان اس کے سر پر آن کھڑا ہوا اور اس کی شخصیت کو طرح طرح سے مجروح کیا گیا ہے، ائمہ اربعہ کی ذات اس کی واضح مثال ہے۔

پھر ڈاکٹر موصوف نے فاضل امام کی دیگر تصانیف کے مطالعہ کی خواہش ظاہر فرمائی، مگر یہ بھی وقت کی ستم ظریفی ہے کہ ہندوستان میں غوث و رضا کے نام پر چلنے والی درجنوں اکیڈمیاں اور تنظیمیں جو ہمیشہ یہ دعویٰ و اعلان کرتی ہیں کہ ہم بیرون ملک اہل سنت کا کام کر رہے ہیں، انہیں یہاں سے کئی بار زحمت دی گئی کہ فاضل بریلوی کی مطبوعہ تصانیف روانہ فرمائیں مگر تاہنوز ہمارے ہاتھ خالی ہیں، فقط زبانی گفتگو تک ہی یہ تعارف کا سلسلہ محدود ہے۔ ہاں پاکستان کا ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا اس معاملے میں سب سے متحرک ہے۔

قارئین کرام کو معلوم ہونا چاہیے کہ انہی ڈاکٹر موصوف کا ''القادیانیہ'' پر مقدمہ و تبصرہ بھی ہے، اس مختصر سے رسالہ میں فاضل بریلوی کا جو طرز تعاقب ہے اس سے ڈاکٹر موصوف پہلے سے متاثر تھے۔ لہٰذا آپ کی فقہی خدمات کو سراہتے ہوئے فرمایا کہ ''رد قادیانیت میں گو کہ ہمارے مصری علماء کی تصانیف موجود ہیں مگر فاضل امام کا طرز استدلال میں نے بڑا انوکھا اور نرالا پایا، ان کے یہاں جو باریک بینی نکتہ سنجی، فقہی گرفت اور جزئیات پر کامل دسترس پائی جاتی ہے وہ ماضی قریب کے ہند کے علماء کے مابین تقریباً امتیازی شان کی حامل ہے۔

اخیر میں چند دعائیہ کلمات کے ساتھ ہماری گفتگو ختم ہوئی اور ڈاکٹر موصوف نے آئندہ امام اہل سنت کے تعلق سے مصر میں ہر طرح کے علمی تعاون کے لئے یقین دہانی فرمائی۔

☙☙☙

نہیں کیا تھا پوری وضاحت معاملات حکو انتخابات مس کے مطابق آ مسلمانوں کی پر بیعت کی۔ کے مشورہ کا چونکہ ہوتا تھا جیسا صدیق اکبر کا تھا مگر بہت آگے چل کر انہوں نے فو کے بعد حضر گئے۔ اسلام ذمہ دار ہوتا رکھتی تھی تا کے اچھی طر ۵۰

یہ صحیح ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسلامی معاشرہ نے صدر مملکت کے عہدہ پر منتخب نہیں کیا تھا بلکہ آپ کو یہ حیثیت بناء نبوت من جانب اللہ حاصل تھی لیکن آپ کے بعد کیلئے یہ ہدایت پوری وضاحت کے ساتھ موجود تھی کہ وامرھم شوریٰ بینھم (٦) اور مسلمانوں کے معاملات حکومت ان کے باہمی مشورہ سے طے ہونگے چنانچہ آپ کے بعد خلفائے راشدین کے تمام انتخابات مسلمانوں کے باہمی مشورہ ہی سے ہوئے ان مشوروں کی صورتیں مختلف حالات اور ضروریات کے مطابق اگرچہ کسی قدر مختلف ضرور ہیں مگر یہ روح ان تمام انتخابات میں مشترک رہی ہے کہ ہر خلیفہ مسلمانوں کی عظیم اکثریت کی رائے سے منتخب ہوا اور تمام مسلمانوں نے برضا و رغبت ان کے ہاتھوں پر بیعت کی ۔ لہٰذا یہ بات بھی طے شدہ تھی کہ صدر مملکت منتخب ہوگا اور وہ اپنی مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ کے مشورہ کا پابند ہوگا ۔

چونکہ خلیفہ کا انتخاب مسلمانوں کے مشورہ سے ہوتا تھا ۔ وہ منجانب اللہ مقرر یا منصوص نہیں ہوتا تھا جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تھے اس لیے حضور کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد جب حضرت صدیق اکبر کا انتخاب عمل میں آیا تو سادہ دلی سے مسلمانوں نے ان کو خلیفۃ الرسول کہنا شروع کردیا ۔ تھا مگر بہت جلد مسلمانوں کو اپنے اس تسامح کا احساس ہوگیا اور انہوں نے سمجھ لیا کہ کہیں یہ خطاب آگے چل کر چند غلط فہمیوں کا باعث نہ بن جائے اور خلفاء کچھ خدائی حقوق کا مطالبہ نہ کر بیٹھیں اس لیے انہوں نے فوراً اس خطاب کو امیر المومنین کے خطاب میں بدل دینا ضروری سمجھا اور حضرت صدیق اکبر کے بعد حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ اور بعد کے تمام خلفاء امیر المومنین ہی کے لقب سے یاد کئے گئے ۔

اسلام میں صدر مملکت " خود سرچشمہ قانون " نہیں ہوتا بلکہ وہ قانون خداوندی کو نافذ کرنے کا ذمہ دار ہوتا ہے ۔ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی ذات بھی قانون سازی کے اختیارات نہیں رکھتی تھی حالانکہ آپ مہبط وحی تھے اور خدا کی طرف سے مقرر فرمودہ صدر مملکت تھے صحابہ اس حقیقت کے اچھی طرح رمز آشنا تھے چنانچہ جہاں بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی وہ دریافت کرلیا کرتے تھے کہ آپ

کا فلاں حکم خدا کی وحی کے مطابق ہے یا آپ کی اپنی رائے ہے؟ اگر آپ فرماتے تھے کہ وہ حکم آپ کی اپنی رائے اور صوابدید پر مبنی ہے تو صحابہ اپنی رائے پیش کردیتے تھے۔ اور اگر صحابہ کی رائے زیادہ صائب ہوتی تھی تو آپ اس کو اختیار فرمالیا کرتے تھے لہذا آپ خدا کی مرضی کو چلانے کے ذمہ دار تو تھے۔ اپنی مرضی چلانے کا حق نہیں نہیں رکھتے تھے۔

۲) کثرت رائے۔ اسلامی نظام حکومت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نظام قانون فرمایا تھا فیصلے ہمیشہ کثرت رائے سے نہیں بلکہ دلیل اور مصلحت کی قوت سے ہوا کرتے تھے واضح رہے کہ اسلام میں حق و باطل کا معیار آراء کی کثرت و قلت نہیں ہوتی۔ بلکہ مجلس شوریٰ میں معاملہ پیش کرنے کے بعد اگر پچاس آدمی ایک طرف ہوں اور صرف ایک آدمی ایک طرف ہو مگر ایک آدمی کی بات دلیل اور مصلحت کے اعتبار سے وزن دار ہو تو آپ اس ایک آدمی کی بات کو قبول فرمایا لیا کرتے تھے اس لیے کہ اسلام میں اسلامی ووٹوں کی گنتی نہیں کی جاتی بلکہ ان کو تولا جاتا ہے۔ جبکہ موجودہ نام نہاد پوری جمہوریت میں ووٹوں کی گنتی کی جاتی ہے اور لوگوں کا سر دیکھا جاتا ہے۔

۳) ویٹو کا حق۔ خلفائے راشدین کے عہد میں بعض واقعات ایسے پیش آئے ہیں کہ خلیفۂ وقت نے پوری مجلس شوریٰ کے مشورہ کو مسترد کر کے خود اپنا فیصلہ صادر کردیا ہے جس کی بے چوں وچرا تعمیل بھی ہوئی اس سے بعض لوگوں کو یہ قیاس کرلینا کہ اسلام کا نظام حکومت ایک حد تک ڈکٹیٹرانہ ہوتا ہے خلاف واقعہ بات ہے حقیقت یہ ہے کہ جہاں اس قسم کے دوچار واقعات پیش آئے ہیں وہاں خلیفہ نے اپنے فیصلہ کی سند اور دلیل پیش کی ہے اور اس سند یا دلیل کے پیش کرنے کے بعد تمام اصحاب شوریٰ کی گردنیں آپ سے آپ جھک گئی ہیں اور کسی ایک ممبر نے بھی اس دلیل یا سند سے کوئی اختلاف نہیں کیا لہذا بات وہی ہوئی کہ اسلام کے نظام حکومت میں فیصلہ آراء کی کثرت و قلت سے نہیں ہوتا بلکہ دلیل کی قوت سے ہوتا ہے اگر تنہا خلیفہ کے پاس کوئی ایسی دلیل یا سند موجود ہے جس کے سامنے تمام اصحاب شوریٰ کی گردنیں آپ سے آپ جھک جاتی ہیں اور باقی کے خلاف چوں وچرا کرنے کی گنجائش نہیں پاتے تو اسے ویٹو کا حق نہیں کہا جاسکتا اور نہ اس انداز حکومت کو ڈکٹیرانہ اور جابرانہ کہا جاسکتا ہے۔

صدر مملکت ایک معمولی آدمی کی طرح قانون کا پابند ہوتا ہے اس کے لیے قطعاً کوئی تحفظات نہیں ہوتے اسے عدالت میں طلب کیا جاسکتا ہے اور عدالت میں اس کے ساتھ اور دوسرے فریق کے ساتھ قطعاً یکساں برتاؤ کیا جائے گا یہ ہے اسلام میں صدر مملکت کے ادارہ کی قانونی حیثیت کا تحکمہ خدا

کرے کہ ہمارے ملک میں بھی یہ نظام قائم ہوجائے۔

۴) وزارت۔ دوسرا اہم ادارہ وزارت کا ہوتا ہے۔ اس کی بنیاد بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ہی پڑ چکی تھی۔

وزیر اس شخص کو کہتے ہیں جو سلطان (صدر) کی ذمہ داریوں میں اس کا شریک ہو جو ذمہ داریاں اور بار جو سلطان کے کاندھوں پر ہوتے ہیں وزیر ان کو سنبھال لیتا ہے یا بٹا لیتا ہے اور سلطان اس کی رائے تدبیر اور مشورہ پر عمل کرتا ہے۔

حضرت عائشہ کی ایک روایت سے بھی جسے نسائی نے بیان کیا ہے ان ہی معنوں کی تائید ہوتی ہے۔ روایت یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خدا جب تم میں سے کسی کو ذمہ داری کا کام حوالہ کرتا ہے اور اگر خدا اس کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہے تو اس کے لیے ایک نیک وزیر مقرر کردیتا ہے کہ اگر وہ کسی بات کو بھول جائے تو وزیر اسے یاد دلادیتا ہے۔ اور اگر وہ بات اسے یاد ہو تو اس کی تکمیل میں اس کی مدد کرتا ہے بلکہ خود قرآن کریم میں بھی وزیر کا لفظ سورہ طٰہٰ میں اسی مفہوم میں استعمال ہوا ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا سے یہ دعا فرمائی تھی۔

واجعل لی وزیرا من اھلی ھرون اخی

اشدد بہ ازری واشرکہ فی امری (۵)

ترجمہ: اور خدایا! میرے خاندان میں سے میرے لیے ایک وزیر مقرر کردے یعنی میرے بھائی ہارون کو اس سے میری طاقت میں اضافہ فرما اور اسے میرے کام میں شریک کردے

ان تصریحات سے یہ بات واضح اور ثابت ہوگئی کہ وزیر کی حیثیت ایک مشیر معاون اور مددگار کی ہوا کرتی تھی جس کی رائے تدبر، علم تجربہ اور عقل و فراست پر صاحب اقتدار کو اعتماد اور بھروسہ ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سے پہلے اور بعد میں بھی صدیوں تک وزیر کی یہی حیثیت ہوا کرتی تھی اور یہ تصور بہت بعد کی پیداوار ہے کہ حکومت کے مختلف محکمے اور شعبے وزراء پر تقسیم کردیئے جائیں اور ہر وزیر اپنے اپنے محکمہ کا ذمہ دار اور جوابدہ ہو جس کا چند صدیوں سے پہلے تاریخ میں کہیں سراغ نہیں ملتا اگرچہ اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ وزارتوں کی موجودہ صورت در حقیقت اسی سابقہ وزارت کی ارتقائی شکل ہے۔

اس تمہید کے بعد آپ دیکھئے کہ حضور صلی علیہ وسلم کے عہد میں ہمیں وزارت نام کا کوئی ادارہ ملتا ہے یا نہیں اگر ملتا ہے تو اس ذمہ دارانہ عہدہ پر کون حضرات مامور تھے؟ اس سوال کے جواب کے

لیے ہمیں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی اس مشہور حدیث کی طرف رجوع کرنا چاہیے جسے قاضی ابو بکر بن العربی جیسے محدث اور فقیہ نے سند کے اعتبار سے قابل اعتماد اور حسن قرار دیا ہے وہ حدیث یہ ہے کہ

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر نبی کے وزیر ساکنان زمین میں سے ساکنان فلک میں سے ہوتے ہیں میرے دو وزیر جبرائیل اور میکائیل ساکنان فلک میں سے اور ساکنان زمین میں سے میرے دو وزیر ابو بکر اور عمر ہیں۔ (۹)

نیز امام حاکم نے اپنی مستدرک میں حضرت سعید ابن المسیب سے نقل کیا ہے کہ:۔

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق حضرت ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ آپ اکثر معاملات میں ان ہی سے مشورہ فرمایا کرتے تھے۔ (۱۰)

کتب حدیث اور تاریخ و تفسیر کی کتابوں میں بیشمار واقعات مذکور ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ معاملات حکومت میں زیادہ تر ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق سے مشورہ فرمایا کرتے تھے اور ان سے مشورہ فرمالینے کے بعد کوئی فیصلہ فرمایا کرتے تھے۔ یہ دونوں حضرات آپ کے مشیر معاون اور مددگار رہے ہیں جن کی سوجھ بوجھ رائے، علم اور تجربہ اور عقل و فراست پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطمینان تھا اور اسی بناء پر آپ نے ان حضرات کو اپنا وزیر بتلایا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں مملکت کی حدود زیادہ وسیع نہیں تھیں جوں جوں بعد میں مملکت وسیع سے وسیع تر ہوتی گئی وزراء کا دائرہ کار بھی بڑھتا چلا گیا لیکن اس سے انکار کرنے کی کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ عہد بنی عباس میں جب وزارت کا ایک مستقل ادارہ قائم کیا گیا تو مسلمانوں کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی عملی رہنمائی موجود تھی اور اسی بنیاد پر وزارت کا ایک مستقل عہدہ قائم کیا گیا تھا جو ارتقائی مدارج سے گذرتا ہوا اس عہد کی وزارت تک پہنچ گیا ہے۔

(پندرھویں قسط)

سفر نامۂ قاھرہ

تحریر: سید وجاہت رسول قادری

دن بھر شیخ حازم صاحب کے گھر پر گزارنے کے بعد شام ۵/بجے کے قریب راقم اور علامہ عبدالحکیم شرف قادر صاحب مولانا ممتاز احمد سدیدی صاحب کے ساتھ زیارات کے لئے نکلے، ہم نے عصر ساتویں صدیں ہجری کے ایک جید عالم، فقہیہ اور شہرۂ آفاق شاعر سیدنا ابن فارض رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار سے ملحق مسجد میں پڑھی پھران کے مزار پر حاضری دی۔ مغرب کے وقت ہم سیدہ عائشہ بنت امام جعفر صادق ابن امام باقر ابن امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مزار پر حاضری دی، دعا و فاتحہ سے فراغت کے بعد مزار سے ملی ہوئی مسجد میں نماز مغرب ادا کی نماز عشاء تک ہم سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لکڑ پوتی سید نفیسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مزار پر زیارت کے لئے حاضر ہوئے۔ بعد نماز عشاء مسجد سیدہ نفیسہ، کے امام و خطیب مولانا رمضان احمد عصفور مدظلہ العالی سے ملاقات کی انہوں نے اپنی دو تصنیف "مشارق الانوار فی مناقب الاخیار" اور "القول الانوار فی حیاۃ السیدہ عائشہ بنت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہا" ہم دنوں کو عنایت کی، ہم نے انہیں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کے دو رسالے "الاقامۃ القیامہ" (عربی ترجمہ) اور مولانا کوثر نیازی کا مقالہ "الشخصیۃ الموسیعہ" (عربی ترجمہ) پیش کیا۔ تقریباً دس بجے ہم یہاں سے فندق مالکی نزد مسجد سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگئے اور کمرہ نمبر ۲۱۶/ میں قیام پزیر ہوئے۔ یہاں دو بیڈ کے کمرہ کا کرایہ ۷۰/ مصری پاؤنڈ ہے۔ ۱۱/ ستمبر ۱۹۹۹ء کی صبح ہم شیخ حازم حفظہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جامعہ ازہر میں ان کی فیکلٹی کلیات اللغات والترجمہ (جس میں اردو ڈپارٹمنٹ بھی ہے اور دکتور حازم صاحب جس میں استاذ ہیں) دیکھنے گئے۔ یہاں جناب حازم صاحب اور ان کے ڈپارٹمنٹ کے دیگر اساتذۂ کرام نے ایک چھوٹے سے استقبالیہ کا انتظام کر رکھا تھا۔ جن اساتزۂ کرام سے ملاقات ہوئی ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

الدکتور ایھاب حفظی عز العرب، رئیس القسم الاردیہ، کلیۃ اللغات و الترجمہ، الدکتور ابراہیم محمد ابراہیم، رئیس (قسم اللغات الاردیہ) کلیۃ الدراسات الانسانیہ، فرع البنات، الدکتور محمد احمد القاضی استاذ قسم الاردیہ، الدکتور یوسف عامر، استاذ قسم الاردیہ، الدکتور احمد فواد، وکیل الکلیۃ اللغات و رئیس القسم الفرانسیہ، الدکتور نجیب الدین جمال وزیٹنگ پروفیسر قسم الاردیہ جامعہ ازہر (ان کا تعلق بہاولپور یونیورسٹی ملتان، پاکستان سے ہے ۵/سال کے لئے ڈپوٹیشن پر آئے ہوئے ہیں ۲۰۰۲ء تک پاکستان واپسی متوقع ہے)

چونکہ ان دنوں جامعہ ازہر میں چھٹیاں تھیں اس لئے ڈپارٹمنٹ طلباء سے خالی تھا لیکن اس کے باوجود چند طلباء بھی یہاں موجود تھے۔ دکتور شیخ حازم صاحب نے ہم دنوں کا تعارف کرایا۔ دکتور ایھاب حفظی صاحب اور دکتور ابراہیم صاحب نے ہمیں خوش آمدید کہا۔ اردو ادب اور تحقیق و تدقیق کے حوالے سے مختلف موضوعات پر آپس میں تبادلہ خیال ہوا۔ سب سے اہم بات یہ سامنے آئی کہ قسم الاردیہ کے مختلف شعبوں کی لائبریریوں میں اردو ادب کے لٹریچر (کتب،

ماہیے جیسے قاضی
ہے وہ حدیث یہ
یں سے
ب میں
ساتھ ہوا
بت ہوتا ہے کہ
تے تھے اور ان
بشیر معاون اور
اللہ علیہ وسلم
علیہ وسلم کے
سیع تر ہوتی گئی
عہد بن عباس
للہ علیہ وسلم کی
ارتقائی مدارج
ایئے
کردیں۔

رسائل جرائد وغیرہ) کی بہت کمی ہے، اس لئے تمام اساتذہ کرام نے ہم سے یہ درخواست کی ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل پاکستان اس میں پہل کرے اور پاکستان کے دیگر علمی اور ادبی اداروں اور انجمنوں کو بھی کتب و رسائل کے عطیات کے لئے آمادہ کرے۔ اس سلسلے میں مختلف موضوعات کا بھی ذکر کیا گیا جن پر کتب کی فراہمی بہت ضروری ہے۔ اس مجلس میں گفتگو نہایت علمی، معلوماتی اور شائستہ رہی۔ ہمیں ان حضرات کرام سے مل کر بہت خوشی ہوئی اور اس بات پر حیرت ہوئی کہ ان میں سے اکثر حضرات کا مطالعہ اردو زبان و لغت کے علم کے اعتبار سے بہت وسیع ہے، ان میں سے بعض حضرات مثلاً دکتور ابراہیم محمد ابراہیم صاحب اور دکتور ایہاب حفظی عزالعرب صاحب بہت فصیح اور رواں اردو میں گفتگو کر سکتے ہیں۔

یہاں سے ہم فارغ ہوکر دکتور ابراھیم صاحب کی دعوت پر ان کے شعبہ ''کلیہ الدراسات الانسانیہ للبنات، قسم الاردیہ'' دیکھنے گئے یہاں اردو کہ علاوہ یورپ و ایشیاء کے مختلف ملکوں کی زبانوں کے شعبے قائم ہیں۔ دکتور ابراھیم صاحب نے مشروب سے ضیافت کی اور اپنی اور اپنے شعبہ کی طرف سے شائع شدہ چند تصانیف عطیہ کیں۔

یہاں سے ہم لوگ محترم شیخ حازم صاحب کے ہمراہ حکومت مصر کی وزارت خارجہ کے سکریٹریٹ میں اپنی آمد کا دخول کرانے کیلئے میدان التحریر (قاہرہ کا وہ ضلع جہاں یہ دفتر واقع ہے) گئے۔ شیخ حازم صاحب اور قاری فیاض الحسن صاحب نے ہم دونوں کی انٹری کروائی۔ اس سکریٹریٹ میں ۹۰ رفیصد عملہ خواتین پر مشتمل ہے اس لئے ہر کاؤنٹر پر خواتین ہی نظر آرہی تھیں مرد بہت کم تھے اور زیادہ تر سیکورٹی کے فرائض پر مامور تھے۔ یہاں سے ہم سیدھے اپنی ہوٹل فندق مالکی لوٹے۔

۱۲ر ستمبر کی صبح دکتور حازم صاحب نے ہمیں یاد دہانی کرائی کہ سماحۃ الشیخ الامام الاکبر محمد سید طنطاوی، شیخ الجامعۃ الازھر الشریف سے ملاقات کا وقت ۱۳ر ستمبر کو ۱۲ر بجے دن طے پایا ہے، بروقت ''مکتبۃ المشیخۃ الازھر'' (شیخ الازھر کے سکریٹریٹ کا نام) پہنچنا ضروری ہے۔ لیکن بعد میں قاری فیاض الحسن صاحب نے خبر دی کہ شیخ الازھر صاحب کی مصروفیات کی بنا پر اب ملاقات ۱۴ر ستمبر کو ہوگی وقت وہی ہوگا۔ قاری فیاض الحسن نے یہ بھی بتایا کہ سفیر پاکستان نے تقریب تفویض تمغہ جات میں شرکت سے معذرت ظاہر کی ہے۔ شیخ حازم صاحب نے ایک خوشخبری یہ سنائی کہ ''تقریب تفویض تمغہ جات برائے اسکالرز جامعہ ازھر'' کے اہم تاریخی موقع کیلئے وہ ایک مجلہ بنام الکتاب التذکاری مولانا الامام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ شائع کررہے ہیں جس میں نصف حصہ اردو اور نصف عربی میں ہوگا اور ہم سے فرمائش کی کہ علامہ عبدالحکیم شرف قادری صاحب عربی کا اور یہ فقیر اردو حصہ کا پیش لفظ لکھدیں جو ہم نے ان کی خواہش کے مطابق لکھ کر دیدیا۔

شیخ حازم صاحب نے شیخ الازھر سے ملاقات کا ایجنڈا بنایا اور دارالعلوم امجدیہ کراچی اور دارالعلوم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے مہتمم حضرات کی جانب سے شیخ الازھر سے عربی ادب اور تجوید کے اساتذہ پاکستان ان کے دارالعلوم بھیجنے کی درخواستیں لکھیں۔ نیز ایک ایک درخواست دارالعلوم امجدیہ کے ان دو طلباء کی جانب سے لکھوائی گئی جو ائمہ کورس میں شرکت کیلئے جامعہ ازھر آنا چاہتے تھے، مولانا ممتاز احمد سدیدی صاحب نے ان کو کمپوز کروایا

شام کو ہندوستانی طلباء مولانا محمد نعمان اعظمی مولانا گل محمد، مولانا جلال رضا حفظہم اللہ تعالیٰ، ملاقات کیلئے تشریف لائے، مولانا جلال رضا صاحب عربی زبان و لغت پر اچھا عبور رکھتے ہیں اور عربی میں شاعری بھی کرتے ہیں اور بہت خوب کرتے ہیں اس کا اندازہ ہمیں ان کی اس عربی نظم سے ہوا جو انہوں نے ہمارے استقبالیہ میں پڑھی اور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کی شان میں ایک

نے منقبت بھی پڑھی۔ اللھم زد فزد

بعد عشاء جامعہ ازھر کے یمنی طالب علم مولانا عبداللہ اسمٰعیل (مرید خاص شیخ المشائخ رفاعیہ فی الیمن علامہ عمر ابن سالم یمنی حفظہ اللہ تعالیٰ) کے فلیٹ پر منعقدہ ایک مجلس میلاد النبی ﷺ میں شرکت ہوئی۔ ایک شامی بزرگ علامہ شیخ محمود احمد زین مدظلہ، محقق دار البحوث للدراسات الاسلامیہ و احیاء التراث فی دبئی۔ الامارات کا خصوصی خطاب تھا۔ انہوں وسیلے پر بہت عمدہ تقریر کی۔ علامہ عبدالحکیم شرف قادری دامت برکاتہم عالیہ نے بھی لوگوں کے اصرار پر مختصر خطاب فرمایا۔ یہاں پاکستان کے علاوہ بنگلہ دیش، ھند، یمن، افریقی ممالک اور قازقستان وغیرہ کے طلباء بھی شریک تھے۔ سری لنکا کے محترم محمد رفاعی شاگرد خاص ڈاکٹر دین محمد استاذ عربی ڈپارٹمنٹ اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد اور مرید علامہ زکی ابراھیم ماضی (قاھرہ) بھی شریک محفل تھے محفل کے اختتام پر قصیدہ بردہ شریف پڑھا گیا۔ دوسرے روز ۱۲ بجے کے قریب شیخ حازم صاحب کی قیادت میں ہمارا وفد جو راقم، حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری، مولانا ممتاز احمد سدیدی الازھری، مولانا قاری فیاض الحسن اور مولانا حافظ منیر صاحب پر مشتمل تھا دکتور محمد السعید جمال الدین، رئیس القسم اللغات الاصم الاسلامیہ، جامعہ عین شمس سے ملاقات کیلئے حاضر ہوا، جامعہ عین شمس، جامعہ ازھر کے بعد قاھرہ کی سب سے بڑی اور پرانی یونیورسٹی ہے۔ اس وقت دکتور محمد السعید جمال الدین حفظہ اللہ تعالیٰ ایک میٹنگ میں تھے۔ ہمیں ان کے دفتر کے استقبالیہ میں بٹھا دیا گیا تھا۔ یہاں داخلے پر سیکورٹی نے سخت تلاشی لی۔ دکتور السعید جمال الدین صاحب نے ہمارا بڑی گرم جوشی سے استقبال کیا اور اس محبت اور خلوص کا اظہار فرمایا گویا ہماری ان کی بہت پرانی شناسائی ہے۔ انہوں نے اپنے شعبہ کے مزید جن اساتذہ سے تعارف کرایا ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

الدکتور احمد الخولی، سابق رئیس القسم اور استاذ (شعبۂ فارسی)، الدکتور محمد محمود عبدالحسن (شعبۂ فارسی، الدکتور عادل سویلم (شعبۂ فارسی)، محترم الدکتور زیفتہ فواد احمد، (استاذ فارسی کلیۃ الاداب جامعہ المنصورۃ، قاھرہ محترم شیخ حازم صاحب نے رئیس القسم سے ہمارا فرداً فرداً تعارف کرایا۔ علامہ عبدالحکیم شرف قادری صاحب نے عربی اور فارسی دونوں زبانوں میں بڑی روانی کے ساتھ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کا تعارف رئیس شعبہ اور دیگر موجود اساتذہ کے سامنے پیش کیا۔ فقیر راقم نے رئیس القسم کی توجہ اس طرف دلائی کہ جامعہ عین شمس اور خصوصاً ان کے شعبہ القسم اللغات الاصم الاسلامیہ سے امام احمد رضا کی شخصیت پر تحقیقی مقالات (ام فل اور پی ایچ ڈی کی سطح پر) لکھوائے جائیں۔ ہم نے جو کتابیں کراچی سے قاھرہ کی جامعات کی لائبریریوں کو عطیہ دینے کیلئے ایر کارگو سے بھجوائی تھیں وہ ابھی تک مختلف پیچیدگیوں کی وجہ سے ایرپورٹ سے حاصل نہیں کی جاسکی تھیں اس لئے ہم نے عربی کتب ان کی لائبریوں کیلئے عطیہ دیں۔

ہماری بڑی اچھی گفتگو رہی، دکتور السعید جمال الدین احمد صاحب بہت متانت سے گفتگو فرماتے ہیں اور بڑی سنجیدگی سے ہمارے مشورے انہوں نے سنے۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم لوگوں نے امام احمد رضا علیہ الرحمہ والرضوان کو پہچان لیا ہے، ہم انشاءاللہ ان کی تصانیف کا خود بھی مطالعہ کریں گے اور طلباء کو بھی ان کی شخصیۃ موسوعہ کے مختلف پہلوؤں پر تحقیقی مقالات (ام فل، پی ایچ ڈی) لکھنے کی ترغیب دیں گے۔ وہ ہماری عطیہ شدہ کتب دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور بار بار اس کا شکریہ ادا کرتے رہے۔ ہم نے انہیں یقین دلایا کہ ہم مزید کتب کا عطیہ دیں گے۔ ہماری کتب کراچی سے ایئر کارگو سے قاھرہ ایئر پورٹ پر آچکی ہیں، جیسے ہی وہ واگزار ہوتی ہیں ہم مزید عطیات پیش کریں گے اور پاکستان واپس جاکر وہاں سے بھی آپ کی لائبریریوں کیلئے کتب بھیجنے کی سعی کریں گے۔ انہوں نے دو مرتبہ ہماری مشروبات سے ...

ضیافت کی اور وقت رخصت ہمیں چھوڑنے کیلئے سیڑھیوں تک آئے اور اس دوران بار بار ہمارا شکریہ ادا کرتے رہے، حفظہ اللہ تعالیٰ، یہاں سے فارغ ہوکر ہم الامارات کے کارگو دفتر میریٹ ہوٹل منطقہ میدان التحریر گئے، دفتر کے منیجر محمد غوث صاحب (جن کا تعلق ممبئی ہندوستان سے ہے) ملاقات کی وہ بہت خوش اخلاقی سے پیش آئے اور ایئرپورٹ پر اپنے دفتر کے انچارج کو فون کیا کہ وجاہت رسول قادری صاحب ہمارے بزرگ ہیں ان کی کتب کارگو سے جلد واگذار کروادیں بعد عصر ہم لوگ شیخ حازم صاحب کے ساتھ مترجم سلام رضا اور حدائق بخشش معنون بہ "منظومۃ السلامیہ" اور "صفوۃ المدائح" ڈاکٹر حسین مجیب مصری صاحب کے فلیٹ پر گئے۔ ان کا فلیٹ دریائے نیل کے کنارے ایک خوبصورت اور خوش حال علاقہ میں واقع ہے۔ ڈاکٹر حسین مجیب مصری صاحب ان کے صاحبزادے اور ان کی اہلیہ نے خوش آمدید کہا۔ بینائی زائل ہوجانے کی وجہ سے ان کے صاحبزادے ان کی رہنمائی کرتے ہیں۔ اس وقت ان کی عمر تقریباً ۸۵ سال کی ہے۔ قاہرہ، مصر کے معروف اساتذہ شعراء اور ادباء میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ تقریباً آدھ گھنٹے ان سے ملاقات رہی۔ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی علمی اور ادبی خدمات خصوصاً ان کی شعر و شاعری گفتگو کا محور رہی۔ انہوں نے امام صاحب کی شخصیت کو محیر العقول اور مسحور کن قرار دیا انہوں نے فرمایا کہ علامہ اقبال کی شخصیت اور کلام سے بھی انہیں بہت رغبت ہے اور وہ اقبال کے فلسفہ و شاعری پر کئی مقالے بھی لکھ چکے ہیں خصوصاً ان کی فارسی شاعری کے وہ بہت مداح ہیں لیکن بایں ہمہ رغبت وانسیت انہوں نے اقبال کا مطالعہ بلاواسطہ نہیں کیا بلکہ ان کی شخصیت اور کلام کا تعارف بالواسطہ ترجمہ کے ذریعہ ہوا، لیکن علامہ مولانا احمد رضا خاں قادری کی شخصیت کا تعارف ان کو بالمباشرہ بغیر کسی ترجمہ کے ان کے کلام سے ہوا کیونکہ نثر اور نظم دونوں میں ان کا عربی کلام موجود ہے جس کے مطالعہ کے بعد، بقول ان کے، اہل عرب سے کوئی بھی ان کے کلام کو کسی ہندی کا کلام تسلیم کرنے پر بآسانی تیار نہیں ہوگا۔ کیونکہ یہ اس فصاحت و بلاغت کا اعلیٰ نمونہ ہے جو صرف فصحائے عرب کا حصہ ہے۔ دوسرے یہ کہ بلاشبہ علامہ اقبال بحیثیت ایک مصنف مفکر فلسفی، اور شاعر کے تسلیم کئے جاتے ہیں لیکن امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ ان خصوصیات کے حامل ہونے کے علاوہ عالم اسلام کے عبقری ایک عظیم فقیہ محدث، مفسر، صوفی، علوم اسلامی اور علوم جدیدہ کے ماہر اور صاحب تدبیر و تدبر سے "اولوالامر" کی بھی حیثیت سے جانے پہچانے جاتے ہیں لیکن بایں ہمہ خصوصیات ان دونوں شخصیات میں ایک قدر مشترک بھی تھی (اور شاید اسی بناء پر آپس میں قرب و نسبت بھی رہی ہو)۔ وہ ہے سید عالم ﷺ کی ذات اقدس سے دونوں کا والہانہ لگاؤ اور کمال عشق اور اسی بنیاد پر امت مسلمہ کی اصلاح و فلاح کا جذبہ دوران گفتگو انہوں نے یہ انکشاف کیا کہ وہ واقعہ کربلا پر منظوم اردو لٹریچر کا عربی ترجمہ کررہے ہیں اس میں امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کے برادر اصغر علامہ مولانا حسن رضا حسن بریلوی کا کلام بھی شامل ہے۔ اس کے بعد ان کا دوسرا پروجیکٹ "حدائق بخشش" کا منظوم عربی ترجمہ ہے جو وہ ڈاکٹر شیخ حازم کی مدد سے کریں گے۔

عشاء کے بعد ہم سلسلہ نقشبندیہ کے ایک بزرگ ڈاکٹر شیخ ضیاء الدین کردی حفظ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کیلئے دار المبعوث الاسلامیہ کے قریب ان کی خانقاہ پر حاضر ہوئے۔ خانقاہ میں ان کے والد ماجد کا مزار ایک مسجد اور طلباء اور خدام کیلئے چند کمرے بھی ہیں۔

نئی کتب کے تعارف کی اشاعت کیلئے دو نسخے آنا لازمی ہیں (سید محمد خالد قادری)

"مجلہ امام احمد رضا کانفرنس کراچی 2001ء"

(پیغامات ومقالات کا مجموعہ)

صفحات......80 ہدیہ......=/50 روپیہ

ناشر......ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل ۲۵ جاپان مینشن ریگل صدر کراچی

"مرد قلندر، لعل شہباز قلندر سہروردی"

از......اقبال احمد اختر القادری

صفحات......16 ہدیہ......=/6 روپیہ ڈاک ٹکٹ

ناشر......اسلامک ایجوکیشن ٹرسٹ 5.B.2، نارتھ کراچی

"اسلام" (سندھی)

تحریر......اقبال احمد اختر القادری مترجم......منیر احمد متقی

صفحات......32 ہدیہ......=/10 روپیہ ڈاک ٹکٹ

ناشر......اسلامک ایجوکیشن ٹرسٹ 5.B.2، نارتھ کراچی

"اربعین فاتحہ"

ترتیب......علامہ محمد شہزاد مجددی

صفحات......32 ہدیہ......=/5 روپیہ ڈاک ٹکٹ

ناشر......سنی لٹریری سوسائٹی، 49 ریلوے روڈ لاہور

"کنز الایمان پر اعتراضات کا علمی محاسبہ"

از......خواجہ غلام حمید الدین سیالوی

صفحات......88 ہدیہ......=/10 روپیہ ڈاک ٹکٹ

ناشر......رضا اکیڈمی، مسجد رضا محبوب روڈ چاہ میراں لاہور

"اصلاح معاشرہ" (سیرت پاک کی روشنی میں)

تحریر......صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری

صفحات......24 ہدیہ......=/6 روپیہ

ناشر......ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل ۲۵ جاپان مینشن ریگل صدر، کراچی

"امن واخوت کے عظیم داعی"

تحریر......صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری

صفحات......=/40 ہدیہ......=/12 روپیہ

ناشر......ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل ۲۵ جاپان مینشن ریگل صدر، کراچی

"حیات صدر الشریعہ"

از......علامہ مفتی عبد المنان اعظمی

صفحات......112 ہدیہ......=/20 روپیہ ڈاک ٹکٹ

ناشر......رضا اکیڈمی مسجد رضا محبوب روڈ چاہ میراں، لاہور

"رد وہابیت"

تصنیف......علامہ خواجہ محمد حسن جان فاروقی مجددی

ترجمہ......علامہ حافظ عبد الستار سعیدی

صفحات......304 ہدیہ......=/60 روپیہ

ناشر......رضا دار الاشاعت، چاہ میراں، محبوب روڈ، لاہور

"مدنی دعائیں"

مرتبہ......مولانا غلام سبحانی قادری

صفحات......38 ہدیہ......=/8 روپیہ ڈاک ٹکٹ

ناشر......مکتبہ انوار غوثیہ، 857 گلی نمبر 10، سیکٹر G-9/4، اسلام آباد

"آداب حج"

مرتبہ......مولانا غلام سبحانی قادری

صفحات......20 ہدیہ......=/8 روپیہ ڈاک ٹکٹ

ناشر......مکتبہ انوار غوثیہ، 857 گلی نمبر 10، سیکٹر G-9/4، اسلام آباد

ان کے کلام کو کسی ہندی کا
نا۔ کیونکہ یہ اس فصاحت و
ائے عرب کا حصہ ہے۔
ایک مصنف مفکر فلسفی، اور
احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ ان
عالم اسلام کے عبقری ایک
) اور علوم جدیدہ کے ماہر اور
ں بھی حیثیت سے جانے
ت ان دونوں شخصیات میں
بناء پر آپس میں قرب و
ﷺ کی ذات اقدس سے
اسی بنیاد پر امت مسلمہ کی
ں نے یہ انکشاف کیا کہ وہ
یہ کر رہے ہیں اس میں امام
لانا حسن رضا حسن بریلوی
کا دوسرا پروجیکٹ "حدائق
دکتور شیخ حازم کی مدد سے

ندیہ کے ایک بزرگ دکتور
ملاقات کیلئے دار المبعوث
نر ہوئے۔ خانقاہ میں ان
رخدام کیلئے چند کمرے بھی

رتی خوبصورت رنگین
س کے مساوی
ریگل صدر، کراچی۔

بین الاقوامی تشہیر کا سستا ذریعہ

ماہنامہ ''معارف رضا'' کراچی بین الاقوامی نوعیت کا علمی و ادبی، دینی رسالہ ہے جو کہ بین الاقوامی اسلامی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ''ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، رجسٹرڈ، پاکستان کے زیر اہتمام ممتاز ماہر تعلیم، سابق ایڈیشنل سیکریٹری وزارت تعلیم حکومت سندھ، پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی سرپرستی میں گذشتہ ۲۲ برس سے برابر شائع ہو رہا ہے۔ صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری اس کے ''مدیر اعلیٰ'' پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری ''مدیر'' اور ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری ''نائب مدیر'' ہیں۔ ''معارف رضا'' پاکستان کے تمام چھوٹے بڑے شہروں، تمام قومی و صوبائی محکموں اور تعلیمی اداروں کی لائبریریوں کے علاوہ سعودی عرب، مصر، لبنان، لیبیا، عراق، دبئی، سری لنکا، ساؤتھ افریقہ، برطانیہ، ماریشس، ہندوستان، افغانستان، نیپال، بنگلہ دیش اور امریکہ وغیرہ بھی جاتا ہے جہاں ہر ماہ ہزاروں افراد کی نگاہوں سے گزرتا ہے۔

''معارف رضا'' ابلاغ علم اور ترویج و اشاعت دین کی جو خدمات سرانجام دے رہا ہے اس نیک کام میں آپ بھی شامل ہو سکتے ہیں جس کا ایک طریقہ ''معارف رضا'' میں اپنی مصنوعات/ادارہ/کمپنی کا اشتہار دینا بھی ہے۔ اشتہارات کا نرخ نامہ منسلک ہے۔

امید ہے ابلاغ علم اور اشاعت دین کے اس کام میں تعاون کرتے ہوئے اپنے ادارہ کا اشتہار ضرور عنایت فرمائیں گے۔ ''معارف رضا'' آپ کے اشتہار کی اشاعت پاکستان اور دنیا بھر میں آپ کی مصنوعات کی سستی تشہیر کا بہترین ذریعہ بنے گی۔

نرخنامہ اشتہارات

آخری صفحہ (پشت سرورق) فی اشاعت، چار کلر =/5000 ☆ آخری صفحہ (پشت سرورق) فی اشاعت B/W =/2500 ☆ اندرونی صفحہ سرورق، فی اشاعت B/W =/2000 ☆ اندرونی صفحات، پورا صفحہ فی اشاعت B/W =/1500 ☆ اندرونی صفحات، آدھا صفحہ، فی اشاعت B/W =/1000 (نوٹ) اشتہار کی رقم کی ادائیگی بذریعہ منی آرڈر/چیک/بینک ڈرافٹ صرف بنام ماہنامہ ''معارف رضا'' کراچی عنایت فرمائیں، اشتہارات کی اشاعت ادارہ کی مرضی پر منحصر ہے۔ رقم اشتہار کے مضمون کے ساتھ ہی ارسال کریں۔

(نوٹ: اشتہار کا میٹر آرٹ ورک دیتے وقت اس بات کا خاص خیال فرمائیں کہ ہم جاندار کی تصاویر شائع نہیں کرتے)